ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

ستمبر 2021ء جلد نمبر 22 شمارہ نمبر 09

نظام کو توڑنے سے مسائل پیدا ہوتے ہیں

سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پس دونوں طرف سے تعاون ہونا چاہیے۔ مہمان صرف میز بانوں سے امید نہ رکھیں کہ یہی ہماری خدمت پر مامور ہیں اور ہماری ہر بات سنیں اور اس پر عمل کریں بلکہ مہمانوں کو بھی جو قاعدہ قانون بنایا گیا ہے اس کی پابندی کرنی چاہیے تبھی کام صحیح رنگ میں اور روانی سے ہوسکتا ہے۔ مہمان بھی اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اسلام نے جہاں میز بان کو مہمان کی عزت و احترام کرنے کی ہدایت کی ہے وہاں مہمانوں کو بھی اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ بحیثیت مہمان تمہاری بھی کچھ ذمہ داری ہے۔ اسلام نے واضح بتایا کہ تم مہمان بن کر جب کسی کے پاس جاؤ تو میز بان کی مصروفیات کا بھی خیال رکھو اور اس کے بلانے پر جاؤ یا بتا کر جاؤ۔ ایک طرف میز بان کو ہدایت کی کہ تم نے گھر آئے مہمان سے حسن سلوک کرنا ہے چاہے وہ جب بھی آئے۔ دوسری طرف مہمان کو کہا کہ کسی کے گھر جاؤ تو بتا کر جاؤ۔ اگر بغیر بتائے جاتے ہو اور گھر والا گھر کے اندر آنے سے منع کر دے تو بغیر کسی شکوے کے واپس آ جاؤ۔ جلسے کے مہمانوں پر عموماً یہ بات لاگو نہیں ہوتی لیکن اس سال جیسا کہ میں نے کہا خاص حالات کی وجہ سے ایک عمر کی حد بھی رکھی گئی ہے کہ اس عمر سے اس عمر تک کے لوگ آئیں۔ کم از کم اور زیادہ سے زیادہ عمر کی حد رکھ دی اور پھر بعض دوسری شرائطِ صحت بھی ہیں، شرائط ہیں جو صحت سے متعلقہ ہیں وہ بھی رکھی گئی ہیں اور ان کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اصول بنایا گیا ہے اور اس لحاظ سے جماعتوں کو کہا گیا ہے کہ منتخب کر کے افراد کو، ان لوگوں کو بھیجیں جو یہ شرائط پوری کرتے ہیں۔ بعض جگہ ہوسکتا ہے جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا کہ اس انتخاب میں اونچ نیچ ہوگئی ہو اور بعض لوگوں کو شکوہ پیدا ہوا ہو۔ اسی طرح بعض لوگ نئے اس ملک میں آئے ہیں اور شرائط پوری نہیں کرتے لیکن زور یہ ہے کہ ہمیں ضرور جلسہ میں شامل کیا جائے۔ شاید بعض باہر سے آنے والے کوشش بھی کریں کہ اپنے کسی عزیز کے ساتھ آجائیں یا اپنے علاقے کی انتظامیہ سے ضد کریں کہ ہمیں شمولیت کا پاس دیا جائے تو ان کو خیال رکھنا چاہیے کہ اس طرح نظام کو توڑنے سے مسائل پیدا ہوتے ہیں‘‘۔ (الفضل انٹرنیشنل 27 اگست 2021ء)

اداریہ

ایک تاریخی اجتماع

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ انما الاعمال بخواتیمھا یعنی کسی کام کے کامیاب ہونے کا علم اس کے انجام سے ہوتا ہے۔ ماہ اگست کے تیسرے ہفتہ کورونا وباء کی لٹکتی تلوار کے سائے تلے مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کا اجتماع ہوا، جس کے آغاز تک کسی کو کچھ اندازہ نہ تھا کہ کیسے انجام پذیر ہوگا کیونکہ اجتماع کا پروگرام آناً فاناً بنا، یہاں تک کہ اجتماع کے پروگرام کھلے آسمان تلے کھیل کے وسیع میدان میں منعقد کرنے پڑے۔ پھر یہ سوال کہ اس میں شامل کون ہوں گے، مقابلے کیسے ہوں گے، یہ سب انتظامات چند دنوں میں ہوئے۔ ایسے میں انتظامیہ بے حد فکرمند تھی کہ یہ اجتماع کامیابی کی منزل کو کیسے پہنچے گا کیونکہ موسم بھی ساتھ نہ دینے کے اشارے کر رہا تھا۔ تاہم خوشی کا ایک احساس تھا جو ساری انتظامیہ کے لئے توانائی مہیا کر رہا تھا اور وہ یہ کہ پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک نہیں دو مرتبہ رونق افروز ہوں گے۔ چنانچہ اجتماع کے پہلے روز حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مواصلاتی ذریعہ سے خدام میں جلوہ افروز ہوئے تو سورج چمک رہا تھا مگر اگلے دن کے لئے موسمی پیشگوئی اس سے مختلف تھی۔ حضور انور سے دوسرے دن ملاقات بادلوں کے سائے تلے شروع ہوئی مگر وہی ہوا جس کا دھڑ کا سب کو لگا ہوا تھا۔ چند منٹ ہلکی بارش ہوئی مگر پھر جو شروع ہوئی تو رکنے کا نام نہ لیا اور تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔ یہ نظارہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ خدام کمال تحمّل، صبر اور حوصلہ سے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے موسلا دھار بارش میں بھیگتے رہے، یہاں تک کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ملاقات کا وقت پورا ہو گیا۔ عشق و وفا کا نظارہ پیارے آقا بھی ملاحظہ فرما رہے تھے اور یقیناً اپنے خدام کے لئے دعائیں بھی کر رہے ہوں گے۔ اس تقریب کے اختتام پر حضور نے اپنے خدام کے اس جذبے اور اس صبر و حوصلے پر اس طرح سے اظہار خوشنودی فرمایا:

''ماشاء اللہ بارش بھی خدام نے اپنے اوپر لے لی۔ یہ میں نے دیکھ لیا کہ ماشاءاللہ آپ کے خدام میں صبر اور حوصلہ ہے۔ کم از کم اتنی طاقت ہے، اتنا اظہار ہے کہ بارش کو برداشت کر سکیں''۔ پھر ان الفاظ میں دعاؤں سے نوازا: ''اللہ تعالیٰ ان میں مزید قوتِ برداشت اور طاقت بھی پیدا کرے۔ اور یہ حقیقت میں دین کے خادم بننے والے ہوں۔ اور اپنے اُس مقصد کو حاصل کرنے والے ہوں جو خدام الاحمدیہ کا مقصد ہے۔ اور جو عہد کرتے ہیں یہ ہمیشہ کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ اور خلافت کی حفاظت کرنے والے ہوں۔ اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس بارے میں کوشش بھی کریں۔ اپنے دینی علم کو بھی بڑھائیں۔ اور اسلام اور احمدیت کا پیغام بھی اپنے ملک میں پھیلانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، جزاک اللہ۔''

اس وجد آفرین کیفیت میں اجتماع کے اختتام پذیر ہونے پر ہر خادم ایک سرور کی کیفیت میں تھا اور ہر طرف سے عملاً یہ صدا بلند ہو رہی تھی کہ انما الاعمال بخواتیمھا۔

اجتماع کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا اور سبھی کے چہرے خوشی سے کھلے ہوئے تھے کہ ان کے آقا اپنے خدام کی وفا پر خوش تھے، یہی نہیں بلکہ بارش میں بھیگے ہوئے اپنے خدام کے لئے فکرمند بھی تھے۔ چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اجتماع کے فوراً بعد ارشاد فرمایا کہ تمام شاملین اجتماع کو ہومیو پیتھک دوا Aconitum 1M کی ایک خوراک کھلائی جائے۔ حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے فوری انتظامات کئے اور اگلے روز اجتماع میں شامل ہونے والے ہر فرد تک پہنچ کر یہ دوا کھلائی، فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اخبار احمدیہ

ماہنامہ جرمنی

محرم/صفر 1443 ہجری قمری ستمبر 2021ء جلد نمبر 22 شمارہ نمبر 09 تبوک 1400 ہجری شمسی

فہرست مضامین

04	قال اللہ جلّ جلالہٗ، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
05	تبرکات: اعطیت جوامع الکلم
06	نظم: ہر طرف فکر کو دَوڑا کے تھکایا ہم نے
07	خطبہ جمعہ: مہمانان کرام اور کارکنان جلسہ کے فرائض اور ذمہ داریاں
09	فنِ روایت اور تدوینِ حدیث
13	معارف کا اک قُلزُمِ بے کراں
16	تعارف کتب: ریویو بر مباحثہ بٹالوی وچکڑالوی
17	علم حدیث
21	جمع احادیثِ نبویہ کے لیے محدثین کی کوششیں
25	منظوم کلام: بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
26	جماعت احمدیہ اور خدمتِ حدیث
30	گفتہ اُو گفتۂ اللہ بود
33	54واں جلسہ سالانہ برطانیہ 2021ء
34	شعبہ تبلیغ جرمنی کے زیرِ انتظام ترکش ریڈیو کا قیام
35	یادِ رفتگاں: مکرم لطف الرحمٰن شاکر صاحب مرحوم
38	45 واں جلسہ سالانہ جرمنی
39	پیاسی زمیں پہ ابر سا برسا کرے کوئی
43	مگر یہ چشم حیراں جس کی حیرانی نہیں جاتی
45	ملکی و عالمی خبریں
47	جرمنی میں سیلاب کی تباہ کاریاں
48	بلانے والا ہے سب سے پیارا (اعلانات وفات)

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ و گزشتہ شمارہ جات مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر بھی دیکھے اور پڑھے جاسکتے ہیں
https: //www.alislam.org/akhbar-e-ahmadiyya/

مجلس ادارت

سرپرست

محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ

محمد الیاس منیر

مدیران

محمد انیس دیالگڑھی، مدبّر احمد خان

معاونین

سلطان احمد قمر، سید سعادت احمد

پروف ریڈنگ

عبدالرحمٰن مبشر، سید افتخار احمد

ڈیزائننگ و کمپوزنگ

مرزا لطف القدوس، آفاق احمد زاہد، طارق محمود

سرِورق

احسان اللہ ظفر

مینیجر

سید افتخار احمد

کیلیگرافی

سعید اللہ خان

پتہ

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی
Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722

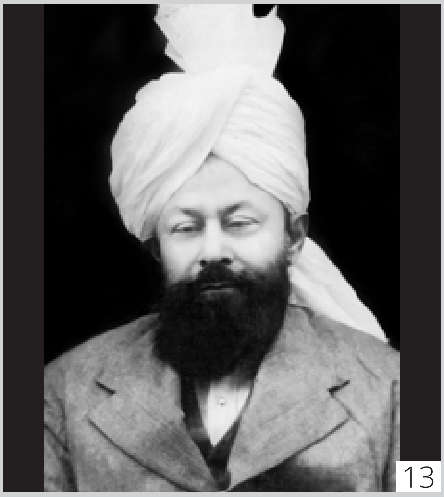
13

09

04

07

17

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبداللہ
صاحب چکڑالوی کے مباحثہ پر
مسیح موعود حَکَم ربانی کا ریویو
اور
اپنی جماعت کے لئے ایک نصیحت
16

33

26

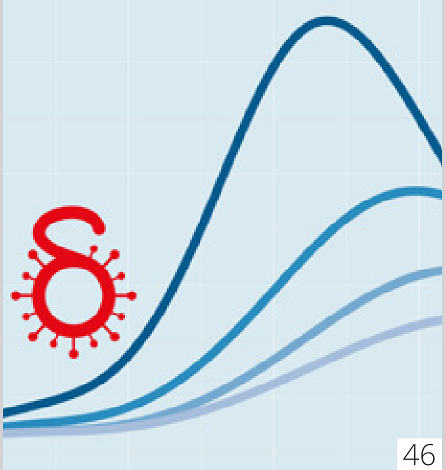
46

47

39

قال اللہ جلّ جلالہٗ

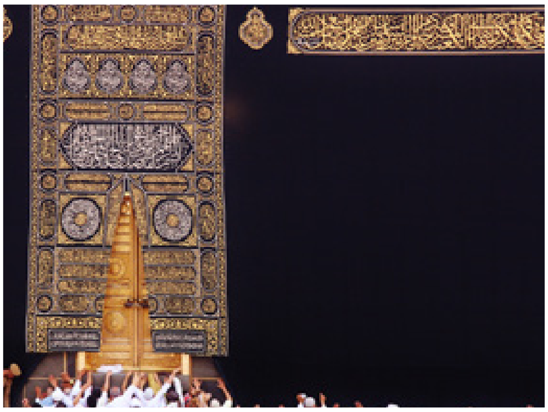

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

(الحشر:08)

اور رسول جو تمہیں عطا کرے تو اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکے اُس سے رُک جاؤ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حَدَّثَنِى أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالاَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِى يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ ﷺ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدَيَّ۔ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُونَهَا۔

(مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا، رُعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی، خواب میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لا کر میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تو دنیا سے تشریف لے گئے اور تم وہ خزانے نکال رہے ہو۔

قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

چاہئے کہ قرآن اور سنّت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے اور جو حدیث قرآن اور سنّت کے مخالف نہ ہو اُس کو بسرو چشم قبول کیا جاوے یہی صراطِ مستقیم ہے۔ مبارک وہ جو اس کے پابند ہوتے ہیں۔ نہایت بدقسمت اور نادان وہ شخص ہے جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔ ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سُنّت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اُس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اُس کو ترجیح دیں۔

(ریویو برمباحثہ بٹالوی وچکڑالوی۔ روحانی خزائن جلد 19۔ صفحہ 212-211)

اُعطِیتُ جوامع الکلم

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

احادیث کو ایسی حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ کفّار تو اپنے بتوں کے جنتر منتر کو یاد رکھتے ہیں۔ تو کیا مسلمانوں نے اپنے رسولؐ کی باتوں کو یاد نہ رکھا۔ قرآن شریف کے پہلے سمجھنے والے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور اس پر آپؐ عمل کرتے تھے اور دوسروں کو عمل کراتے تھے۔ یہی سنّت ہے اور اسی کو تعامل کہتے ہیں۔ اور بعد میں ائمہ نے نہایت محنت اور جانفشانی سے اس سنّت کو الفاظ میں لکھا اور جمع کیا اور اس کے متعلق تحقیقات اور چھان بین کی۔ پس وہ حدیث ہوئی۔ دیکھو بخاری اور مسلم کو، کیسی محنت کی ہے۔ آخر انہوں نے اپنے باپ دادوں کے احوال تو نہیں لکھے۔ بلکہ جہاں تک بس چلا صحت وصفائی کے ساتھ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال یعنی سنّت کو جمع کیا اور اکثر حدیثوں مثلاً بخاری کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں برکت اور نور ہے۔ جو ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں رسُول اللہ کے منہ سے نکلی ہیں۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 248۔ مطبوعہ 2003ء قادیان)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

بعض لوگ تم میں سے اپنی غلط فہمی سے احادیث کو طالمود کہتے ہیں۔ یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ انہوں نے ہرگز ہرگز امام کے مطلب کو نہیں سمجھا۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ حضرت امام اپنی عظیم الشان پیشگوئیاں احادیث سے لیتے ہیں اور اپنے دعاوی پر احادیث سے تمسّک کرتے ہیں؟ آپ کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث قرآن شریف کے معارض ہو وہ قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ راجح کا مقابلہ مرجوح سے نہیں کر سکتے۔ اس کو آگے بڑھانا اور یہاں تک پہنچانا جہالت ہے۔ اگر میری بات پر توجہ نہ ہو تو تم خود دریافت کرسکتے ہو۔ احادیث سے انکار کرنا بڑی بدقسمتی ہے۔ (خطبات نور صفحہ 109)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن کی تفسیر کی ہے وہ حدیث ہے اور ایک تفسیر قرآن کریم کے الفاظ سے سمجھ میں آتی ہے اور یہ تفسیر وہی سب سے زیادہ سمجھ سکتا ہے جس کو خدا تعالیٰ خود سمجھائے۔ اور پھر اس سے بڑھ کر اور کون سمجھ سکتا ہے جس پر قرآن کریم نازل ہوا ہے اِس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل، آپ کی سنت وعمل قرآنِ کریم کی تفسیر ہے۔ (خطبات محمود جلد 5۔ فرمودہ 25/فروری 1916ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ لاکھوں اقوال جو کتب احادیث میں جمع کئے گئے ہیں وہ حقیقتاً قرآن کی تفسیر ہیں۔ عام طور پر وہ لوگ جو علم کے لحاظ سے اور تقویٰ اور طہارت کے لحاظ سے ایک بلند مقام پر نہیں ان کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کونسا قول قرآن کریم کی کس آیت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ کون سی حدیث کس آیت یا آیت کے کس ٹکڑے کی تفسیر ہے۔ اس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی وضاحت سے اشارہ فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے جو باتیں بھی نکلی ہیں وہ حقیقتاً قرآن کریم کی ہی تفسیر ہیں۔ (خطبات ناصر جلد1 صفحہ 321)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

احادیث نبویہ جو سچی ہوں خود بولتی ہیں۔ ناممکن ہے کہ وہ رسول کے سوا کسی اور کا کلام ہو اور مجھے کبھی بھی ضرورت نہیں پڑی کہ راوی کے حوالے سے حدیث کو سچا جانا ہے اتنی قطعی ہدایت اپنے اندر رکھتی ہے، اتنا قطعی ثبوت رکھتی ہے، ایسا فرقان ہوتی ہے سچی حدیث کہ اسے کسی راوی کی حاجت نہیں۔ (خطبات طاہر جلد 16 صفحہ 953)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نبی ہر معاملے میں اعلیٰ نمونہ ہے۔ چاہے وہ گھریلو معاملات ہوں یا قومی اور ملی معاملات ہوں یا اعلیٰ روحانی معاملات ہوں، اللہ تعالیٰ کے قرب پانے کی باتیں ہوں۔ یہی ایک نمونہ ہے جو تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جس کو اللہ کی ذات پر یقین ہے، اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ آخرت کا ایک دن مقرر ہے جہاں اس کا حساب کتاب ہو گا اور اس کی تیاری کے لئے وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے تو اس کو پھر ان راستوں پر چلنا ہو گا جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چل کر دکھایا ہے۔ تبھی اللہ تمہاری ان دعاؤں اور اس کا قرب پانے کی امیدوں پر بھی نظر کرے گا۔ اس لئے ان راستوں کو بھی تلاش کرو۔ ان کی تلاش میں رہا کرو کہ وہ کون کون سے راستے ہیں جن پر اللہ کا یہ پیارا نبی چلا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بلند مقام ہے، جو اعلیٰ نمونے آپ نے قائم کئے ہیں ان کو تو کبھی بھی مکمل طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔

(خطبہ جمعہ 17/دسمبر 2004ء)

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفےٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

تیرا میخانہ جو اِک مرجع عالم دیکھا
خم کا خم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(انتخاب از درثمین 'اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق')

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

مہمانان کرام اور کارکنان جلسہ کے فرائض اور ذمہ داریاں

جلسہ سالانہ برطانیہ 2021ء کے موقع پر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں جلسہ سالانہ پر خدمت بجالانے والے کارکنان اور شامل ہونے والے مہمانانِ کرام کو ان کے فرائض اور ذمہ داریاں بڑے احسن رنگ میں یاد دلائیں۔ آئندہ ماہ جلسہ سالانہ جرمنی بھی انہی ملتے جلتے حالات میں ہونے والا ہے، اس لئے اس خطبہ میں سے بعض اقتباسات احباب جماعت جرمنی کی خدمت میں بھی پیش ہیں، حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”آج ان شاءاللہ جلسہ سالانہ برطانیہ شروع ہو رہا ہے۔سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ان دنوں میں جلسہ کے ہر لحاظ سے بابرکت انعقاد کے لیے بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ان دنوں میں خالص دینی ماحول بھی رکھے اور شاملین کے دلوں کو نیکی اور تقویٰ میں زیادہ کرے۔ گو آج کل جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے یہاں شامل ہونے والوں کی تعداد بہت محدود ہے لیکن گھروں میں اور مجھے بتایا گیا ہے کہ بعض جگہ جماعتی انتظام بھی ہے اس کے تحت مساجد میں یا جہاں ہال میسر ہیں وہاں ہالوں میں جلسہ سنا جائے گا۔ بہرحال جو بھی اس طرح جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں وہ بھی اس سوچ کے ساتھ جلسہ میں شامل ہوں کہ گویا وہ جلسہ گاہ میں ہی ہیں اور تینوں دن پروگراموں کو سنیں اور دعاؤں میں گزاریں“۔

”اس سال اس طرح جلسہ کا انعقاد انتظامیہ کے لیے بھی ایک نیا تجربہ ہے اور شامل ہونے والوں کے لیے بھی۔ انتظامیہ کو جو بعض سہولتیں مہمانوں کے آرام کے لیے مہیا ہوتی تھیں وہ اس سال مہیا نہیں ہوسکیں۔ اس خیال میں رہے کہ مل جائیں گی لیکن نہیں مل سکیں اس لیے مہمان یا شاملین جلسہ بھی ان حالات کو سمجھتے ہوئے جہاں بھی انتظامیہ سے انتظامات میں کمیاں رہ گئی ہیں ان سے صرفِ نظر کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جلد حالات بہتر کرے اور پھر جلسہ اپنی پہلی شان کے ساتھ منعقد ہو سکے۔بعض لوگوں کو شکوہ ہے کہ ہمیں جلسہ میں بعض شرائط کی وجہ سے شامل نہیں ہونے دیا گیا یا بعض جگہ شاملین کا جو انتخاب ہوا ہے وہ صحیح نہیں۔ بہرحال انتظامیہ اس معاملے میں اپنا عذر پیش کرتی ہے۔یعنی بعض مقامی جماعتوں کی انتظامیہ یہ عذر پیش کرتی ہے۔قطع نظر اس کے کہ یہ عذر صحیح ہے یا غلط، افراد جماعت سے یہی کہوں گا کہ یہاں بھی صَرفِ نظر سے کام لیں اور سمجھیں کہ پہلے تجربے کی وجہ سے بعض غلطیاں ہوگئی ہوں گی اس لیے معاف کر دیں اور کسی قسم کی رنجش دل میں نہ لائیں“۔

”اس بات کے بعد میں جلسہ اور مہمان نوازی کے حوالے سے بعض باتیں کروں گا۔عموماً جلسہ والے دن

کے خطبہ میں مَیں مہمانوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں یا بعض انتظامی باتیں کرتا ہوں اور جلسہ سے ایک جمعہ پہلے کا جو خطبہ ہے اس میں میزبانوں اور مہمان نوازی کرنے والوں، ڈیوٹی دینے والوں کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بارے میں کچھ کہتا ہوں۔ لیکن کیونکہ اس دفعہ پہلے ڈیوٹی دینے والوں کی ذمہ داریوں کے متعلق کچھ نہیں کہا اس لیے آج دونوں کے لیے کچھ باتیں کہوں گا۔

پہلی بات تو میزبانوں کو یہ کہنی چاہتا ہوں، ڈیوٹی دینے والوں کو یہ کہنی چاہتا ہوں کہ حالات کی وجہ سے مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ اس دفعہ چھ سات ہزار مہمان جو بیرونی ممالک سے آتے تھے وہ تو نہیں آ رہے۔ ملک کے اندر سے ہی مختلف شہروں سے آنے والے مہمان ہوں گے اور ہیں بھی بہت کم تعداد میں۔ اس لیے اس بات کو آسان سمجھ کر relax نہ ہو جائیں۔ اگر کہیں کوئی کمی رہ جائے تو جو قریب کے مہمان ہوتے ہیں، تعلق رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں ان کو زیادہ شکوہ پیدا ہو جاتا ہے اس لیے بڑی احتیاط سے اور توجہ سے ہر ایک کی مہمان نوازی کریں۔ کسی قسم کی کمی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہاں تک برطانیہ کے جلسہ کے کارکنان کا تعلق ہے جیسا کہ کل میں نے کارکنوں کی inspection کے دوران بھی کہا تھا کہ ہر طبقے کے کارکن، ناصرات میں سے بھی، لجنہ میں سے بھی، اطفال میں سے بھی، خدام میں سے بھی، انصار میں سے بھی اپنی ڈیوٹیوں اور اپنے کام میں بہت ماہر ہو چکے ہیں اور بڑا کام سنبھال لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نئے شامل ہونے والے بچوں اور بچیوں کو بھی وہ اچھی طرح کام سکھا سکتے ہیں اس لیے اس لحاظ سے تو کوئی فکر نہیں کہ کام آتا نہیں۔ جلسہ کے ہر شعبہ میں بڑی گہرائی سے دیکھ کر کام کرنے والے کارکن موجود ہیں اور کر سکتے ہیں لیکن کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے کہ مومن کو یاد دہانی کرواتے رہنا چاہیے یہ اس کے لیے فائدہ مند ہے اور پھر جیسا کہ میں نے کہا کہ جلسہ کا انتظام مختصر ہے۔ بعض دفعہ ضرورت سے زیادہ اعتماد کہ یہ جلسہ تو تھوڑی سی تعداد میں ہو رہا ہے اسے تو ہم سنبھال ہی لیں گے، بعض امور میں لاپروائی کی وجہ سے پھر کمی رہ جاتی ہے، خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور جو نئے ڈیوٹیوں میں شامل ہونے والے ہیں وہ اس سے غلط پیغام بھی لے سکتے ہیں۔ پس مہمانوں کے آرام کے لیے بھی اور نئے آنے والوں کو سکھانے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ چاہے انتظام اتنا وسیع نہیں ہے لیکن پھر بھی ہر شعبہ کا ہر کام بہت اہم ہے اور خاص طور پر آج کل موسم بھی کافی خراب ہے اس لیے بھی بعض شعبہ جات کو بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ہر ڈیوٹی دینے والے کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مہمان کم ہیں یا زیادہ، جلسہ پر آنے والے مہمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہیں اور ان کی ہمیں حتی الوسع پوری خدمت کرنی چاہیے۔ مہمان نوازی ایک ایسا خلق ہے جو انبیاء اور ان کی جماعتوں کا ایک خاص وصف ہے۔ پس دینی جماعت ہونے کے لحاظ سے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہمارے اندر مہمان نوازی کی صفت ایک خاص رنگ رکھتی ہو اور یہ جو وصف ہے یہ اَور نمایاں ہو۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی جب زیادہ مہمان آنے شروع ہو گئے تو آپؐ صحابہ میں مہمان بانٹ دیا کرتے تھے اور صحابہ بڑی خوشی سے مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور جب صبح آنحضرت ﷺ مہمانوں سے ان کی رات گزرنے اور صحابہ کی مہمان نوازی کے بارے میں پوچھتے تھے، حال احوال پوچھتے تھے، خدمت کا حال پوچھتے تھے تو ہر ایک کا یہی جواب ہوتا تھا کہ ہم نے ایسی خدمت کرنے والے میزبان نہیں دیکھے جنہوں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے"۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 357 حدیث 15644 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

"پس یہ اسوہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی تربیت کی وجہ سے صحابہ نے ہمارے سامنے اور ہمارے لیے قائم فرمایا اور اس زمانے میں جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے تو آپ علیہ السلام نے بھی ہمیں اس نمونے پر چلنے کی تلقین فرمائی جس کے نمونے صحابہؓ نے قائم فرمائے تھے"۔

"ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے افراد کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے اصول کے موافق اگر کوئی مہمان آوے اور سبّ و شتم تک بھی نوبت پہنچ جاوے یعنی مہمان اگر سخت الفاظ استعمال کرے اور سختی سے پیش آئے، رویہ ٹھیک نہ ہو تو تب بھی اسے گوارا کرو"۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 91)

گو یہاں آپؑ نے غیر مہمانوں کے بارے میں یہ نصیحت فرمائی تھی لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ مہمان کوئی بھی ہو، احمدی مہمان بھی ہو تب بھی ایک میزبان کا کام ہے کہ عمدہ اخلاق سے کام لیا جائے اور سختی کا جواب سختی سے نہ دیں۔ اپنے ہوں یا غیر، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمان نوازی کے ہمیں غیر معمولی نمونے ملتے ہیں۔ اپنوں سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر معمولی مہمان نوازی کا اظہار فرمایا ہے اور کیوں نہ ہو۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی وہ اعلیٰ اخلاق قائم فرمانے تھے جس سے اسلام کی خوبصورت تصویر ہمارے سامنے آئے اور وہ ہم دنیا کو پیش کر سکیں"۔

"ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو بلکہ اس کے لیے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے مہمان کو آرام دیا جائے۔ فرمایا: مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اس سے پیشتر میں نے یہ انتظام کیا ہوا تھا کہ خود بھی مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتا تھا تو پتہ لگ جاتا تھا کیسی مہمان نوازی ہو رہی ہے۔ کھانا وافر ہے، کتنا ہے، ہر ایک کو ملا بھی ہے کہ نہیں لیکن فرمایا کہ جب سے بیماری کی وجہ سے مجھے پرہیزی کھانا پڑا تو پھر وہ التزام نہ رہا اور ساتھ ہی ایک اور وجہ بھی بن گئی کہ مہمانوں کی کثرت اس قدر ہو گئی کہ جگہ کافی نہیں ہوتی تھی۔ مشکل ہوتا تھا کہ ایک جگہ بیٹھ کے سارے کھانا کھا لیں۔ مختلف جگہوں پر کھانا serve کیا جاتا ہو گا یا باری باری دیا جاتا ہو گا۔ اس لیے مجبوری علیحدگی ہوئی"۔
(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 406)

(الفضل انٹرنیشنل 27 اگست 2021ء صفحہ 5 تا 8)

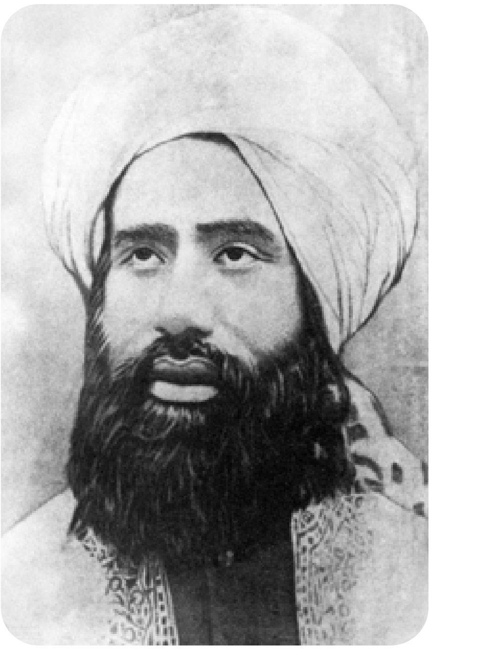

فنِ روایت اور تدوین حدیث

(از افاضات سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی خُلَفَآءِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

قرآن مجید میں ایک عجیب اور عظیم الشان دعویٰ کیا گیا ہے جو اس سے پہلے کسی قوم کے ہادی یا نذیر و مامور نے نہیں کیا اور وہ یہ ہے قُلْ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (الاعراف:159) یعنی اے نبی کریم! کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اس دعویٰ سے نبی کریم ﷺ کی اولوالعزمی، آپؐ کی دعوت کی بے نظیری اور عالمگیری عیاں ہے۔ آپؐ کی نبوت و دعوت کا دائرہ نوع انسان پر کھینچا گیا ہے۔ جہاں کہیں بھی کوئی انسان آباد ہے وہاں کوئی نبوت کوئی شریعت کوئی تمدن اگر حکومت و ہدایت کا موجب ہوسکتا ہے تو وہ وہی ہے جس کو اسلام کہتے ہیں۔ اس لیے اسلام ایک عالمگیر مذہب کہلاتا ہے اور یہی وہ سِرّ ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب کی طرح نیشنلٹی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ اس نے ہمیشہ ہیومینٹی کی تعلیم دی ہے۔ جبکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور نوع انسان کے لئے بہترین رہنما اور ہادی ہے تو یہ ضروری امر تھا کہ اس کے لانے والا اپنی زندگی میں ان تمام مراحل و شعبہ ہائے زندگی کا نمونہ رکھتا جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے۔

اسی لئے دوسرا دعویٰ قرآن کریم نے یہ کیا لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب:22) رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لئے ایک نمونہ ہے۔ اب اسی سے اسلامی تمدن کی بنیاد شروع ہوتی ہے۔ اسلامی تمدن پر مغربی محققوں نے بڑی بڑی دلچسپ بحثیں اور عجیب عجیب موشگافیاں کی ہیں اور فی الحقیقت یہ ایک ایسا مضمون ہے کہ دنیا کے محقق اس پر غور کریں اور اسے اپنے لئے خضرِ راہ بنائیں۔ اسلامی تمدن نے اپنا حیرت انگیز اثر دنیا پر ڈالا ہے۔ دنیا کی تمام ترقی یافتہ قوموں کی تہذیب و شائستگی کو اپنی روشنی کے آگے ماند کر دیا۔ یہ تاریخ نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز ہے مگر افسوس ہے کہ میں اس انٹروڈکشن میں اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرنے کا موقع نہیں پاتا اگرچہ میرے دل میں جوش ہے۔

تمدن اسلام کی پہلی اینٹ آنحضرت ﷺ کے وجود باجود سے دنیا میں رکھی گئی اور آپ کی زندگی میں اس کا دائرہ عرب سے باہر پورے طور پر نہیں کھینچا گیا مگر خلافت راشدہ اور زمانہ مابعد میں وہ ریگزارِ عربستان سے نکل کر اکناف عالم میں پھیل گیا اور اپنے اثر سے ان تمام قطعات عالم کو مؤثر کر دیا۔ یہ ایک حیرت افزا امر ہے کہ وہ قومیں جو اس وقت دنیا میں تہذیب و شائستگی کی ٹھیکیدار اور وہ ملک جو تمدن کے سرچشمہ بنے بیٹھے تھے اس تمدن کے سامنے سجدہ کرنے سے نہ رک سکے۔ اس راز کا پتہ اور اس موج کا چشمہ جو مکہ سے اٹھی اور گنگا اور ... تک پہنچی آپ کو نبی کریم ﷺ کے اقوال اور صحابہ کرام کے آثار میں ملے گا اور ان کلمات طیبات کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اور آپ کا ہر فعل و قول اپنے اندر ایک صداقت اور ہدایت رکھتا تھا اور فی الحقیقت ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ جو وجود دنیا میں بطور نمونہ اور آئیڈیل کے بھیجا گیا ہو جو سچی تہذیب اور حقیقی تمدن کی بنیاد رکھنے والا ہو۔ اس کے افعال و اقوال میں کبھی کوئی بات ایسی نہیں ہوسکتی جو نوع انسان کی بہتری، بھلائی اور تربیت پر مشتمل نہ ہو۔

ہم بڑی جرأت کے ساتھ یہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں کہ ہر چند ایک خاص وقت تک آپ کے حالات آپ کے کلمات طیبات کے انضباط کا اہتمام نہیں کیا گیا یعنی زمانہ بعثت سے پہلے کے حالات کا لیکن یہ بھی ہم اس سے زیادہ دلیری کے ساتھ کہتے ہیں کہ آپ کی آئندہ زندگی جبکہ آپ بحیثیت ایک مامور مرسل، ہادی اور مزکی کے ظاہر ہوئے اسی پہلی زندگی کا ایک ارتقائی نقشہ تھا اور وہ بیج جو آپ کی سرشت اور فطرت میں پہلے سے بویا گیا تھا وہی بار آور ہوا تھا۔ اس لئے

آپ کے تمام حالات کو ہم محفوظ اور منضبط لکھنے کا ناقابل شکست دعویٰ کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو یہ ایک لانظیر فخر حاصل ہے کہ دیگر ہادیان مذاہب کے مقابلہ میں آپ کی زندگی کے ادنیٰ سے ادنیٰ واقعات اور حالات محفوظ ملتے ہیں اور آپ کی پرائیویٹ (اندرون خانہ) اور پبلک لائف کا کوئی واقعہ نہیں جو محفوظ موجود نہ ہو۔ یہ کیوں ہوا؟ اس کا جواب صاف اور لاجواب الفاظ میں یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوع انسان کے لئے بطور ایک نمونہ وآئیڈیل کے بھیجا تھا۔ آپؐ کی زندگی ایک اسوہ حسنہ تھی اس لئے یہ لازمی اور ضروری امر تھا کہ آپ کے وقائع زندگی محفوظ اور مصؤن ہوتے۔

قبل نبوت کے حالات زندگی کی حفاظت اور عصمت پر ایک اور بھی دلیل قاطع ہمارے ہاتھ میں ہے جو خود قرآن مجید نے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس:17) میں نے تمہارے اندر چالیس سال کا ایک لمبا زمانہ گزارا ہے۔ میری عفت و دیانت و امانت وصداقت پر تم سب کے سب گواہ ہو اور ایک بھی نہیں جو میری پاکیزہ اور معصوم زندگی پر حرف رکھ سکے۔ یہ دعویٰ عرب جیسی اکھڑ، دلیر اور معائب کو علیٰ رؤس الاشہاد بیان کر دینے میں نہ جھجکنے والی قوم کے سامنے اس حالت میں کیا گیا جبکہ ان کی مالوف ترین چیز مذہب کو ان کے دل سے چھیننے کا اعلان کیا تھا لیکن اس تحدی اور علی الاعلان چیلنج کی تردید کے لئے کسی زبان، ہاتھ اور قلم کو جنبش نہیں ہوتی اور آج تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی عرب جاہلیت کی پرانی تاریخوں، ان کے واقعات اور اشعار میں ایک بھی جملہ نہیں ملتا جو اس عدیم النظیر تحدی کو توڑ سکے۔ آپ کی خطرناک مخالفت کے حالات ہمارے سامنے ہیں اور وہ تاریخ دنیا سے نابود نہیں ہوئی مگر ان تاریخوں کو پڑھ جاؤ تمہیں ایک بھی جملہ اور ایک بھی کلمہ نہیں ملے گا جس سے آنحضرت ﷺ کی لائف پر نکتہ چینی کا موقع مل سکے۔

فخر اور بجا فخر بے نظیر فخر صرف سرور عالم ﷺ ہی کو حاصل ہے کہ آپؐ کی زندگی کے تمام واقعات محفوظ ہیں۔ آپؐ کے کیریکٹر کی قوت اور شوکت کا اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپؐ نے اپنی پرائیویٹ زندگی کے واقعات کو بھی پبلک کرنے میں کبھی مضائقہ نہیں فرمایا۔ حدیث دلآویز اور ذکر محبوب درازی سخن کی طرف لے جانا چاہتا ہے لیکن اس انٹروڈکشن کی حالت اس طوالت کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور توفیق دی تو ارادہ ہے کہ سیرت نبوی میں ان پہلوؤں پر بحث کروں اور اگر زندگی نے وفا نہ کی اور قدرت نے اس کو کسی دوسرے کے لئے رکھا تو بھی میں اس پاک خواہش کے لئے خدا کے فضل سے ثواب سے محروم نہ ہوں گا۔

الغرض وہ تمدن اسلامی جو اپنی خوبی اور خوشنمائی کے لحاظ سے ہر زمانہ میں دلچسپی کا موجب رہا ہے۔ اس کا حقیقی چشمہ نبی کریم ﷺ کی زندگی ہے اور آپ کا ایک ایک فعل ایک ایک لفظ انسانی زندگی کے لئے زبردست قانون اور ناقابل خطا رہنما ہے۔ اسی قانون اور ہدایت نامہ کی اس کتاب کی ایک معمولی شرح کا یہ مقدمہ ہے۔

اس اسلامی تمدن اور اسلامی ضابطہ کا پورا حال رسول اللہ ﷺ کے کلمات طیبات یا احادیث میں ملتا ہے۔ کیونکر ایک انسان حیوان سے انسان اور انسان سے بااخلاق انسان اور پھر باخدا انسان بن سکتا ہے اور کس طرح پر قوم بنتی اور بگڑتی ہے۔ ان اسباب اور ذرائع کا پتہ تمہیں اس پاک دفتر میں ملے گا۔ بقائے نفس اور حفظ نوع انسان کے لئے کن امور کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے تمہیں احادیث ہی کے پڑھنے کی حاجت ہے۔ اخلاقی اور روحانی قوتیں کیونکر نشوونما پاتی ہیں؟ ان اسباب کی حقیقت کا راز بھی اسی دفتر میں مدفون ہے۔ غرض انسان کے پیدا ہونے سے لے کر اس دنیا سے رخصت ہونے تک کے لئے جن امور کی ضرورت اسے ہے اور مابعد دنیا کے لئے جو اسے مطلوب ہے ان تمام امور کو اس صحیفہ میں رکھ دیا ہے اور مختصر اور جامع الفاظ میں یہ کہہ دینا درست ہے کہ اسلامی تمدن و تہذیب کی تاریخ احادیث میں مرکوز ہے۔

اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احادیث کے متعلق چند ضروری امور اور اصول بتا دیئے جائیں مگر اس پر لکھنے سے پہلے بعض ان امور کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جو اس سلسلہ کی ایک زنجیر ہیں اور گویا حدیث اور جمع حدیث کے ان قدرتی اسباب میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مہیا کر دیئے تھے۔

فن روایت اور اہل عرب

یہ ایک مسلّم بات ہے کہ فن روایت دنیا کی تمام قوموں میں ترقی و تنزل کا ایک زبردست ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے اور کم و بیش ہر قوم میں خصائص قومی کو یاد رکھنا لازمی سمجھا جاتا ہے اور آج تو یہ نہایت ہی ضروری چیز ہے۔

علامہ ابن خلدون نے کیا ہی سچ کہا ہے

”فن تاریخ ان فنون میں سے ہے جس کو قدیم الایام سے تمام قومیں ہاتھوں ہاتھ لیتی آئی ہیں اور جس کے لئے دور دراز سے بڑی بڑی مسافتیں طے کی جاتی ہیں اور جس کے حاصل کرنے کے لئے بازاری اور کم عقل تک کی گردنیں اٹھتی ہیں۔ جس کی طرف امراء و سلاطین حد سے زیادہ راغب ہیں“۔

چونکہ مشیت ایزدی نے اس پاک وجود کی بعثت کے لئے عرب کو مقدر کر رکھا تھا جو دنیا میں آکر حقیقی تہذیب وتمدن کا بانی ہونے والا تھا اور اسے نوع انسان اور نسل آدم کا رہنما اور اس کی زندگی کو اس کے لئے ایک اسوۂ حسنہ قرار دیا تھا۔ اس لئے اس کے کلمات طیبات کی حفاظت کے لئے پہلے ہی عرب کی طبیعتوں میں خصائص قومی کی حفاظت کا مادہ رکھ دیا تھا۔ ان کو قدرت نے اعجازی حافظہ اور حفاظت روایت کا بے حد جذبہ دے رکھا تھا۔ وہ نہ صرف تاریخی واقعات اور انساب انسانی کے سلسلوں کو یاد رکھنا اپنا فرض سمجھتے تھے بلکہ انسانوں سے گزر کر ایک ایک معمولی آدمی اپنے اونٹ اور گھوڑوں کے انساب یاد رکھتا تھا اور بلا تکلف

و بے تکان سو سو نسل تک گن جاتا تھا۔ ایک طرف انہیں اس قدر زبردست قوت حافظہ عنایت کی تھی دوسری طرف ان کی خصائص قومی میں یہ بات رکھ دی تھی کہ وہ اخلاقی جرأت سے کام لے کر اور دوسرے کی غلطی سے اسے آگاہ کر دینے میں دلیر تھے بلکہ اپنی کمزوریوں اور اخلاقی پستیوں کا فخریہ ذکر کرنا ان میں اسی مقصد کے لئے پیدا ہوگیا تھا تا آئندہ چل کر یہ جرأت اور دلیری ایک گراں مایہ گوہر کی حفاظت کا ذریعہ ہو سکے۔ ان دونوں عطیوں نے تمدن کے سرچشمہ کی حفاظت میں بڑی مدد دی۔ غرض فن روایت کی ہی شاخ اور ضروری شاخ فن حدیث ہے۔

حدیث

اور اب اصطلاح میں حدیث سے مراد وہ اقوال افعال اور احوال ہیں جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہیں۔ جب سے آپ اصلاح عالم کے لئے مبعوث ہوئے اس کے بعد جو کچھ آپ کے منہ سے نکلا یا آپ نے کرکے دکھایا یا آپ نے کسی سے کرایا وہ حدیث کی ذیل میں آجاتا ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں گے کہ علم حدیث اس علم کا نام ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال، حالات صحابہ کے آثار اور ان افعال سے بحث کی جاتی ہو جو حضور کے سامنے کئے گئے ہوں اور آپ نے ان سے روکا نہ ہو۔

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں امتیاز

اللہ تعالیٰ کا کلام جو سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ پر نازل ہورہا تھا وہ قرآن کریم ہے اور آنحضرت ﷺ کے ذاتی اقوال وافعال حدیث ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک تیسری چیز اور بھی ہے جس کو سنت کہتے ہیں وہ اعمال اور افعال جو سرور کائنات نے کرکے دکھا دیئے اور جو آج تک متواتر ہم تک پہنچے ہیں وہ سنت کہلاتے ہیں یا یوں کہو کہ نبی کریم ﷺ کی عملی زندگی کا نام سنت ہے وہ عملی رنگ میں ہی ہم تک پہنچی ہے۔ اگر دنیا میں آپ کے کلمات طیبات کی کوئی کتاب مدون نہ ہوتی اور احادیث کا کوئی ذخیرہ ہمارے ہاتھ میں نہ ہوتا تو بھی آپ کی عملی سیرت بلاتغیر ہمارے ہاتھ میں ہوتی۔

غرض اللہ تعالیٰ کا کلام جو آپ پر نازل ہوتا اور فوراً ہی لکھ لیا جاتا۔ آپ بنفس نفیس اس کی کتابت کا اہتمام فرماتے اور اپنے سامنے لکھوا لیتے تھے۔ برخلاف اس کے احادیث کی کتابت کی آپ نے ممانعت فرمادی تھی اور یہ حکم دے دیا تھا کہ قرآن مجید کے سوا میری طرف سے کچھ نہ لکھو۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ آپ نے احادیث کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا یا آپ اس کی حفاظت نہ چاہتے تھے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی ایسا امر ہو جو التباس کا ذرا بھی ذریعہ ہوسکے اور کلام ربّانی کی حفاظت اور عظمت اس امر کی مقتضی تھی کہ کوئی اور بات نہ لکھی جاوے تا کہ کسی وقت کسی کم عقل کو یہ شبہ نہ ہو سکے کہ شاید یہ بھی قرآن مجید کا کوئی حصہ ہو۔

علاوہ بریں آنحضرت ﷺ کی فعلی اور عملی کتاب جس کو سنت کہتے ہیں ہر وقت کھلی ہوئی تھی۔ اس لئے آپ نے اپنی قوم کی توجہ کو سراسر قرآن مجید کے حفظ کی طرف لگا دیا۔ اس اہتمام اور شوق نے مسلمانوں کی قوتِ حافظہ میں ایک بے نظیر ترقی پیدا کر دی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید کا نزول اس کا انضباط اور تحفظ مسلمانوں کی احتیاط اور اسلامی دلدادگی کی ایک ایسی نظیر ٹھہر گیا کہ دوسری قومیں اس کی مثال سے عاجز ہیں اور اس شوق نے مسلمانوں میں ایک جوش پیدا کر دیا کہ وہ محبوب ومولیٰ کے ان کلمات طیبات کو بھی جو آپ وقتاً فوقتاً اصلاح مسلمین کے لئے فرماتے تھے شوق سے یاد کر لیتے تھے اور یاد رہنے دیتے تھے۔

گویا نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک ایک روحانی مشین تھی جس سے صحابہؓ کے قلوب پر نقوش کندہ ہوتے تھے۔ آپ کے منہ سے کسی کلمہ کا نکلنا اس شیدائے حق قوم کے لئے ایک قانون اور ضابطہ ہوتا تھا۔ اس لئے اس پاک جماعت کا ہر فرد اس شوق میں مست رہتا تھا کہ آپ کے منہ سے کچھ سنے اور اسے یاد رکھے۔ احادیث کے پُرغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کاروبار کی وجہ سے اگر ہر نماز میں بعض صحابہ شامل نہ ہوسکتے تھے تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر باری مقرر کر لیتے اور نوبت بہ نوبت نبی کریم ﷺ کے حضور رہتے اور آپ کے ارشادات کو یاد رکھتے۔

جس طرح پر قرآن مجید کا نزول تیئس سال میں ہوا اور اس عرصہ میں اس کا نزول اس کے یاد کرنے کا نہایت ہی آسان ذریعہ ہوگیا۔ اسی طرح پر آپ کے کلمات طیبات کے یاد کرنے کے لئے بھی اتنا بڑا زمانہ کافی تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کے انضباط کا جو اہتمام خود فرمایا تھا اور جس طرح پر صحابہؓ ایک خاص شوق سے اس کو حفظ کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی قرآن مجید کی ترتیب میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور روئے زمین کے مسلمان اس پر متفق ہیں۔

غرض اس بے نظیر قوت حافظہ، اس بے نظیر شوق تحفظ اقوال نبیؐ، ان بے نظیر خصائص قومی نے مل ملا کر حضورؐ انور کے اقوال کے مجموعہ کو محفوظ رکھا اور ہم تک پہنچا دیا۔ اس میں شک نہیں کہ بعض ناعاقبت اندیش اور بے باک لوگوں نے اسلامی حکومت کی بعض پولیٹیکل پیچیدگیوں اور خانہ جنگیوں کے زمانہ میں کوشش کی کہ موضوعات کے ذریعہ اس پاک ذخیرہ کو مشکوک کر دیں مگر جس طرح پر جواہرات میں ٹھیکریاں الگ پہچانی جاتی ہیں حضرت سرور کائنات ﷺ کے ارشادات اور کلمات طیبات صاف نمایاں نظر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے علم حدیث کی حفاظت اور شناخت کے لئے ایسے علوم پیدا کر دیئے کہ اس حریم قدس میں کسی نااہل کا گزر نہیں ہوسکتا۔

رفع اعتراض

بعض لوگ اپنی نادانی اور جہالت سے کہہ دیتے ہیں کہ جبکہ قرآن مجید ایک مکمل اور جامع قانون ہے پھر احادیث کی کیا ضرورت ہے؟ ایسے لوگ حقائق

سے ناواقف اور سطحی خیالات رکھتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت محض ایک آلہ وحی کے رنگ میں نہیں ہوئی بلکہ قرآن مجید خود بتاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے اغراض کیا تھے؟

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیۡهِمۡ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَةَ (الجمعۃ:3)

کتاب اللہ کی تلاوت اور تزکیہ قوم اور تعلیم الکتاب والحکمۃ آپ کی زندگی اور بعثت کے اغراض تھے جن سے پایا جاتا ہے کہ آپ کی ذات مبارک کو ایک مقنّن قانون اور قرآن مجید کے عملی معلم کا منصب دیا گیا تھا۔ جیسے دنیا میں کوئی قانون بدوں ضابطہ کے نہیں ہوسکتا اسی طرح قرآن کریم اگر ایک قانون ہے تو نبی کریم ﷺ کی قولی اور فعلی زندگی اس کا ضابطہ ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم اسلام کا قانون اساسی ہے اور اس کی مقدس تعلیمات کسی دوسرے مجموعہ کی محتاج نہیں ہیں لیکن جس طرح پر قانون اساسی کے ساتھ ثانوی (بائی لاز) ہوتے ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے ملفوظات وہدایات وہی بائی لاز ہیں۔ اس لئے اس کی سخت ضرورت ہے۔ اس سے قرآن مجید کی شان بلند نظر آتی ہے نہ کچھ اور۔ اگر صرف اتنا ہی مان لیں کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں محض وحی الٰہی کے پہنچانے کا ایک آلہ تھے تو پھر قرآن مجید نے یہ کیوں کہا؟ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ (الاحزاب:22) اور قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32)

اور آپؐ کو ایک جدید شریعت کی بنیاد رکھنے اور اسلامی تمدن کے اجراء کی کیا ضرورت تھی؟ آپؐ کی عملی زندگی بتاتی ہے کہ آپؐ قرآن مجید کی تلاوت، تزکیہ اور تعلیم الکتاب والحکمۃ کے فرائض لے کر آئے تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپؐ کی تعلیمات اور آپؐ کی عملی زندگی ایک مسلمان کی زندگی کا علمی اور عملی ضابطہ ہوتا اور اس کے فہم کے لئے علم الحدیث کی ضرورت ہے۔

فلسفہ حدیث اور فلسفہ تاریخ

اس زمانہ میں تاریخ ایک عظیم الشان علم ہے اور یورپ اور متمدن قومیں فلسفہ تاریخ کو اپنے لئے خضرِ راہ سمجھتی ہیں مگر تعجب کی بات ہے کہ نو تعلیم یافتہ لوگ باوجود فلسفہ تاریخ کے شیدا ہونے کے علم حدیث سے متنفر پائے جاتے ہیں اور خود یورپ کے پادری احادیث پر اعتراض کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ مدبرین یورپ کے ملفوظات وتعلیمات کو جوان کی سیرتوں میں ملتے ہیں وہ قطعاً نہیں جھٹلاتے لیکن جب نبی کریم ﷺ کے ملفوظات وعملیات پر آتے ہیں تو خبر کے جھوٹ اور سچ کے احتمال کا قضیہ نکال بیٹھتے ہیں۔ انصاف اور شرافت ہو تو محدثین کے فلسفہ کے سامنے سر جھکا دیں۔

علم اسماء الرجال اور علم الدرایت کے ماہرین نے کچھ ایسے تنقیدی اصول قائم کئے ہیں کہ یورپ اس فن میں ابھی ابجد خواں کہا جاتا ہے۔

علم الحدیث

علم الحدیث پر میں اس مقدمہ میں تفصیلی بحث نہیں کرسکتا۔ تاہم میرا خیال ہے کہ مجھے جستہ جستہ ایسے امور بیان کر دینے چاہییں جو اس علم کے مبتدی کے لئے بہت بڑی کتابیں پڑھنے کے بغیر آسکیں۔ علم الحدیث کے متعلق میں یہاں ایک مختصر سی بحث کر دیتا ہوں۔ علم الحدیث کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ اوّل علم الروایت۔ دوم علم الدرایت۔ اوّل الذکر میں سلسلہ روایت اور ضبط حدیث سے بحث ہوگی اور دوسری میں حدیث کے مطلب اور منشاء سے۔

پھر یہ دونوں قسمیں بارہ مختلف شاخوں پر منقسم ہیں۔

1۔ تدوین علم الحدیث۔ 2۔ علم الناسخ والمنسوخ۔

3۔ علم النظر فی الاسناد۔ 4۔ علم کیفیت الروایت۔

5۔ فی علم الفاظ الحدیث۔ اسی علم کے نیچے روایت بالمعنی بھی آتی ہے۔

6۔ علم المؤتلف والمختلف۔ 7۔ علم طبقات حدیث۔

8۔ علم غریب الحدیث۔ 9۔ علم اسماء الرجال۔

10۔ علم الجرح والتعدیل۔ 11۔ علم طرق الاحادیث۔

12۔ علم الموضوعات

ان علوم پر محدثین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور علم الحدیث کے وہ کارہائے نمایاں کئے ہیں کہ یورپ کے فلسفہ تاریخ اور فلسفہ روایت کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔

اس تقسیم علم الحدیث کے بعد مجھے تدوین احادیث پر کچھ کہنا ضروری ہے۔

تدوین احادیث

میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں احادیث کی کتابت کی ممانعت تھی اور صرف قرآن مجید آنحضرت ﷺ اپنے سامنے لکھواتے تھے چونکہ آپ نے قرآن مجید کے سوا احادیث کی کتابت کی مخالفت کر دی تھی اس لئے یہ سچی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں احادیث کی تدوین اور کتابت نہیں ہوئی لیکن اس سے میری مراد یہ ہے کہ احادیث کی کتابت ایک مرتب اور مدون کتاب کی صورت میں نہیں ہوئی۔ وَاِلَّا کیا یہ امرِ واقعہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جو خطوط شاہانِ وقت کے نام لکھوائے تھے اور ایسا ہی ایک صحابی کو بھی کچھ ہدایات لکھوا دی تھیں جیسا کہ خود صحیح بخاری میں موجود ہے۔

چونکہ تدوین اور ترتیب کے رنگ میں کتابت احادیث نہیں ہوئی اس لئے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ہجرت کی پہلی صدی میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ میں اپنی سمجھ اور فہم کے موافق یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس پر زیادہ تدبر نہ کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے لکھ دیا کہ احادیث نبوی کی تدوین و تالیف دوسری صدی میں ہوئی۔ اس لئے وہ اعتراضات کے نیچے ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ ایک غلط فہمی کا نتیجہ ہے جس میں بعض بڑے بڑے بزرگ بھی شامل ہوگئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جبکہ ہم مانتے ہیں اور یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام نے اپنی اشاعت کے ساتھ ہی حقیقی تمدن کی بنیاد رکھ دی تھی اور تالیف و تصنیف بھی تمدن کا ایک شعبہ ہے تو ہم تسلیم نہیں کر سکتے کہ اس کی بنیاد بھی قرن اولیٰ ہی میں نہ پڑ گئی ہو۔ ہاں اس کی تکمیل دوسری صدی میں ہوئی۔ اسی سے مؤرخین نے قیاس کر لیا کہ دوسری صدی میں احادیث مدون ہوئیں۔

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 400 تا 500)

معارف کا اک قُلزمِ بے کراں

از افاضات سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

صحابہ کی ترقی کا راز

"صحابہ کرامؓ کی ترقی کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اس راز کو سمجھ لیا تھا اور وہ رسول کریم ﷺ کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی بڑا سمجھتے تھے۔ مگر آجکل لوگوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ بڑی باتوں کو بھی چھوٹا قرار دے دیں۔ بہت سے لوگ دین کے احکام کو ایک چٹی خیال کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے بھی بچ جائیں اس سے بھی بچ جائیں۔ مگر صحابہؓ کی یہ حالت ہوا کرتی تھی کہ وہ چاہتے تھے ہم کو یہ بھی مل جائے ہم کو وہ بھی مل جائے، ہم اس حکم کی بھی فرمانبرداری کریں اور ہم اس کی بھی فرمانبرداری کریں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بہت جلد ترقی کر گئے اور بعد میں آنے والے ویسی ترقی حاصل نہ کر سکے کیونکہ رسول کریم ﷺ کے پُرحکمت کلام کی قدر ان کے دلوں میں نہ رہی۔ اگر ان کے دلوں میں بھی رسول کریم ﷺ کے احکام کی وہی قدر ہوتی جو صحابہؓ کے دلوں میں تھی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ صحابہؓ سے پیچھے رہتے۔ صحابہؓ رسول کریم ﷺ کے بتائے ہوئے امور پر چلنے کے لئے ایسے مشتاق تھے کہ معلوم ہوتا ہے وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ہماری ساری نجات رسول کریم ﷺ کی فرمانبرداری میں ہے"۔

"صحابہ میں یہ اہتمام انتہا درجہ کا پایا جاتا تھا۔ ایک دفعہ لوگ ایک جنازہ لئے جا رہے تھے کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے کہا میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہوا ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے جنازہ میں شامل ہو تو اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط ثواب احد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ لیکن اگر جنازہ پڑھنے کے بعد اسے دفن کرنے کے لئے قبر تک جائے تو اسے دو قیراط ثواب حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے صحابی یہ بات سن کر اس صحابی پر ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ تم نے یہ بات ہمیں پہلے کیوں نہ بتائی۔ نہ معلوم ہم اب تک ثواب کے کتنے قیراط ضائع کر چکے ہیں (بخاری کتاب الجنائز) تو چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی وہ لوگ رسول کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریق کی نقل کرتے۔ آپؐ کے احکام کی اتباع کرتے اور سمجھتے کہ اسی میں ان کی ترقی اور اسی میں ان کی عزت ہے۔ اور درحقیقت یہ ہے بھی صحیح۔ آخر کونسی بات ہے جو رسول کریم ﷺ نے ہمیں بتائی ہو اور اس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ ایک بات بھی کوئی شخص ایسی بتا نہیں سکتا"۔

ہر حکم میں سَو حکمتیں

"مگر رسول کریم ﷺ نے ہمیں جو احکام دیئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ سَو میں سے سَو کی حکمتیں ہی بیان کی جا سکتی ہیں، سَو میں سے سَو کی ہی غرض و غایت بیان کی جا سکتی ہے اور سَو میں سے سَو کے ہی فوائد بیان کئے جا سکتے ہیں۔

پس کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ جوش پیدا نہ ہو کہ ہم رسول کریم ﷺ کے احکام کی اتباع کریں اور ایک ایک بات جو ہمیں نظر آئے خواہ وہ بظاہر چھوٹی سے چھوٹی ہو اس کو بھی نہ چھوڑیں لیکن افسوس کہ مسلمانوں میں ادھر توجہ بہت کم ہے صرف فرقۂ اہل حدیث نے اس طرف توجہ کی ہے مگر وہ بھی لفظی طور پر اور انہوں نے بھی قشر کو تو لے لیا مگر مغز کو چھوڑ دیا"۔

"کہ لوگوں نے عام طور پر یہ سمجھ لیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی بعض باتیں معمولی ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ رسول کریم ﷺ کی کوئی بات معمولی نہیں، سب کے اندر فوائد ہیں، سب کے اندر حکمتیں ہیں اور سب کے اندر اغراض اور مقاصد ہیں۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا حکم بھی رسول کریم ﷺ نے بے وجہ اور بغیر حکمت کے بیان نہیں فرمایا۔

ہمیں دوسرے مذاہب پر جو فوقیت اور افضلیت حاصل ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کتاب دی ہے وہ پُرحکمت ہے اور جو رسول ہماری رہنمائی کے لئے اس نے بھیجا وہ بھی پُرحکمت ہے۔ پس ہمارے پاس جو کتاب ہے اس میں کوئی بات ایسی نہیں جس کے متعلق ہم کہہ سکیں کہ ہم اسے کیوں کریں یا کیوں نہ کریں۔ اسی طرح ہمارے رسول نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جس کے متعلق ہم کہہ سکیں کہ چونکہ رسول کریم ﷺ نے ایسا فرما دیا ہے اس لئے ہم کرتے ہیں ورنہ اس میں حکمت کوئی نہیں۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات سے لے کر بڑی سے بڑی بات تک پُرحکمت ہے۔ بیشک بعض باتوں کی حکمت ایک وقت سمجھ میں نہ آئے مگر دوسرے وقت اس کی حکمت ضرور سمجھ میں آجاتی ہے۔ پس قرآن اور رسول کریم ﷺ کی کوئی بات بھی حکمت

سے خالی نہیں ہر بات ہمارے فائدہ کے لئے ہے اور ہر حکم ہماری ترقی کے لئے دیا گیا ہے۔

دوستوں کو چاہئے کہ اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے رسول کریم ﷺ کے احکام کی طرف زیادہ توجہ کریں اور ہمیشہ ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔"

احادیث میں اختلاف کا حل

"رسول کریم ﷺ کے پُرحکمت کلام کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے مگر اہلحدیث سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے جب دو حدیثوں کو بظاہر آپس میں متضاد دیکھا تو کہہ دیا کہ فلاں حدیث ضعیف ہے اور فلاں قوی۔ حالانکہ بسا اوقات وہ دونوں صحیح ہوتی ہیں البتہ دونوں کے مواقع مختلف ہوتے ہیں۔ جیسے مشہور ہے کہ کوئی مالدار شخص حد سے زیادہ موٹا ہوگیا۔ اس نے دور دور تک اپنے آدمی بھجوائے ہوئے تھے اور انہیں ہدایت دی تھی کہ کھانے کی جو بھی اچھی چیز نظر آئے وہ فوراً مجھے بھجوا دیا کرو۔ کروڑ پتی آدمی تھا اور جب کسی کا شغل ہی یہ ہو کہ ہر وقت چاروں طرف اس کے گماشتے پھرتے رہیں اور کھانے کے لئے عمدہ سے عمدہ چیزیں بھجواتے رہیں تو خود ہی سمجھ لو کہ کھا کھا کر اس کی کیا کیفیت ہوگئی ہوگی۔ وہ مالدار آدمی بھی آخر اتنا موٹا ہوگیا کہ چلنا پھرنا اور زندگی کے دن گذارنا اس کے لئے مشکل ہوگیا۔ وہ اپنے علاج کے لئے ایک ڈاکٹر کے پاس گیا اس نے کہا میرا مشورہ آپ کو یہ ہے کہ آپ فلاں ڈاکٹر کے پاس جائیں وہ بڑے مشہور آدمی ہیں اور علاج میں اچھی مہارت رکھتے ہیں میرے علاج سے آپ کو فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ اگر صحت چاہتے ہیں تو اسی کے پاس جائیے۔ چنانچہ وہ اس ڈاکٹر کے شہر کی طرف گیا اور وہاں پہنچ کر بمشکل دو نوکروں کا سہارا لیتا اور قدم بقدم چلتا ہوا وہ اس ڈاکٹر کے پاس پہنچا اور اس نے دیکھا کہ ڈاکٹر نے دسترخوان بچھایا ہوا ہے اور مریضوں کو پاس بٹھا کر انہیں کہہ رہا ہے کہ یہ بھی کھاؤ اور وہ بھی کھاؤ۔ کسی سے کہتا ہے کہ تمہیں یہ شوربہ کی پیالی ضرور پینی پڑے گی دوسرے سے کہتا کہ تیتر کی ٹانگیں تم نے چھوڑ دی ہیں یہ بھی کھا کر اٹھو، کسی سے کہتا کہ یہ کباب تمہیں ضرور کھانے پڑیں گے اور کسی سے کہتا کہ جب تک انڈے نہ کھا لو میں تمہیں اٹھنے نہیں دوں گا۔ وہ امیر یہ دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا وہ کیسے بیوقوف ڈاکٹر تھے جو مجھے فاقہ کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔ علاج تو یہ ہے کہ زور دے کر مریض کو اچھی چیزیں کھلائی جائیں۔ غرض جب ڈاکٹر انہیں کھلا کر فارغ ہوگیا تو یہ پیش ہوا۔ اس نے کہا میں آپ کا علاج کرنے کے لئے تو تیار ہوں مگر شرط یہ ہے کہ ایک مہینہ کے لئے آپ اپنے نوکر واپس بھجوا دیں اور جس طرح میں کہوں اس طرح عمل کریں۔ وہ کہنے لگا ڈاکٹر صاحب میں آپ کے مزاج کو سمجھ گیا ہوں اور مجھے نوکروں کو واپس بھجوا دینے میں کوئی عذر نہیں۔ اس نے خیال کیا کہ میں اگر دو مرغ کھانے کے لئے مانگوں گا تو یہ تین مرغ دے گا اور اگر میں چار انڈے مانگوں گا تو یہ چھ دے گا۔ غرض اس نے خوشی خوشی نوکر واپس بھجوا دیئے اور انہیں کہہ دیا کہ فلاں تاریخ آ جانا۔ جب نوکر چلے گئے تو اس ڈاکٹر نے پہلے دن تو اسے خوب اچھا کھانا کھلایا اور وہ بڑا خوش رہا۔ مگر دوسرے دن صبح کے وقت اس نے ایک سوکھا ٹوسٹ چائے کے ساتھ اپنے نوکر کے ذریعہ بھجوا دیا۔ وہ کہنے لگا پاگل ہوئے ہو یہ تو میرے ملازم بھی نہیں کھاتے۔ اس نے کہا ڈاکٹر صاحب نے آپ کے لئے یہی کچھ بھجوایا ہے۔ خیر تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر آیا تو اس سے کہنے لگا۔ ڈاکٹر صاحب آپ نے یہ میرے لئے کیا بھجوا دیا؟ اس نے کہا صاحب گھبرایئے نہیں اور یہی کھا لیجئے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ابھی تو پہلا دن ہے۔ خیر اس نے وہ ٹوسٹ کھایا اور پھر ڈاکٹر اسے اپنے ساتھ ایک کمرہ میں لے گیا اور کھڑا کر کے جلدی سے باہر نکل کر دروازہ بند کر لیا وہ کمرہ جس میں اس نے اسے کھڑا کیا حمام تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں حمام گرم ہونے لگا اور اس نے اپنے پاؤں اٹھانے شروع کر دیئے۔ کبھی ایک پاؤں اٹھاتا اور کبھی دوسرا اور جب فرش بہت زیادہ گرم ہوگیا تو بے اختیار اچھلنے کُودنے لگ گیا اور آخر تھک کر اور نڈھال ہو کر فرش پر گر گیا۔ ڈاکٹر نے دروازہ کھولا اور اسے باہر نکال دیا۔ وہ گالیاں دینے لگ گیا کہ مجھے تم نے مار ڈالا ہے۔ مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی اور وہ روزانہ ایک طرف اسے فاقہ سے رکھتا اور دوسری طرف حمام میں کھڑا کر دیتا اور وہ خوب اُچھلتا کُودتا۔ مہینہ ختم ہوا اور اس کے نوکر آئے تو وہ بغیر اجازت لئے ان کے ساتھ چلا گیا اور سیدھا اس ڈاکٹر کے پاس پہنچا جس نے اسے اس ڈاکٹر کے پاس آنے کا مشورہ دیا تھا اور کہا کہ تُو نے مجھ سے بڑا فریب کیا جو ایسے ظالم قصاب کے پاس مجھے بھیج دیا۔ وہ بھی کوئی ڈاکٹر ہے وہ تو سخت دھوکے باز انسان ہے۔ اس نے پہلے میرے نوکر نکلوا دیئے اور پھر مجھے فاقوں پر فاقے دینے شروع کر دیئے۔ خیر وہ سنتا رہا سنتا رہا جب اس کا غصہ کسی قدر ٹھنڈا ہوا تو اس نے کہا کہ بجائے اس کے کہ میں آپ کو کوئی جواب دوں آپ شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر ذرا اپنی شکل تو دیکھ لیں اس نے شکل دیکھی تو نظر آیا کہ چہرے پر رونق آئی ہوئی ہے اور جس قدر نحوست تھی سب جاتی رہی ہے۔ نہ پہلے کی طرح کلّے لٹک رہے ہیں اور نہ جسم بھدّا اور بھاری ہے۔ جب وہ آئینہ دیکھ چکا تو ڈاکٹر اسے کہنے لگا۔ مجھے بڑا افسوس ہے کہ آپ جلدی چلے آئے اگر آپ ایک مہینہ اور ٹھہر جاتے تو آپ کی صحت بالکل درست ہو جاتی۔ وہ کہنے لگا یہ تو بتاؤ کہ اس نے یہ کیوں کیا کہ وہ بعض کو تو زور دے کر کھانا کھلاتا تھا اور مجھے اس نے فاقے دینے شروع کر دیئے۔ وہ ڈاکٹر کہنے لگا جن کو وہ زور دے کر کھانا کھلاتا تھا وہ غرباء تھے اور ان کی بیماریاں ان کی فاقہ کشی کی وجہ سے پیدا ہوئی تھیں مگر آپ کی بیماری زیادہ کھانے کا نتیجہ تھی اس لئے اس نے آپ کا علاج تو فاقہ سے کیا اور ان کا علاج کھانا کھلا کر کیا۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کے تمام احکام حکمت پر مبنی ہیں۔ نادان اور بے وقوف انسان سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی باتوں کی وجہ سے حدیثوں میں اختلاف ہوگیا اور اس وجہ سے وہ کسی کو ضعیف اور کسی کو حسن قرار دیتے ہیں اور وہ یہ نہیں جانتے کہ دونوں ہی رسول کریم ﷺ کے قول ہیں۔ البتہ وہ دو مختلف حالات کے لئے ہیں ایک ہی حالت کے لئے نہیں۔ مسلمانوں نے

اسی نادانی کی وجہ سے ایک دوسرے کے سر پھوڑے ہیں کہ الامان۔ محض اس بناء پر یہ کہ فلاں سینہ پر ہاتھ باندھتا ہے ناف کے نیچے نہیں باندھتا یا ناف کے نیچے باندھتا ہے اور سینہ پر نہیں باندھتا۔ اسی طرح انہوں نے ایک دوسرے کی انگلیاں توڑی ہیں محض اس بات پر کہ بعض لوگ رفع یدَیْن کیوں کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں میں آمین بالجہر کہنے پر لڑائیاں ہوئیں اور علماء میں ان مسائل پر بڑی بڑی بحثیں ہوئیں اور ان بحثوں میں انہوں نے چار پانچ سو سال ضائع کر دیئے کہ وہ حدیثیں صحیح ہیں جن میں رفع یدَیْن کا حکم آتا ہے یا وہ حدیثیں صحیح ہیں جن میں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ اسی طرح علماء نے اپنی قلمیں گھسا دیں، دواتوں کی سیاہیاں خشک کر دیں اور اپنی عمریں برباد کر دیں محض اس بات پر کہ آمِیْن بِالْجَہر کہنی چاہئے یا آمِیْن بِالسِّر۔ پھر انہوں نے اپنے اوقات اور اپنے اموال سینکڑوں سال تک اس جھگڑے میں ضائع کر دیئے کہ نماز پڑھتے وقت ہاتھ اوپر باندھنے چاہئیں یا نیچے۔ پھر کس طرح انہوں نے صدیوں تک اس لغو بحث کو جاری رکھا کہ تشہد کے وقت انگلی اٹھانی چاہئے یا نہیں اٹھانی چاہئے“۔

فقہی اختلافات کا حل

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ان جھگڑوں کو ایسا مٹایا ہے کہ اب کسی احمدی کے دل میں خیال بھی نہیں آتا کہ آمین بالجہر کہنی چاہئے یا آمین بِالسِّر، ہاتھ اوپر باندھنے چاہئیں یا نیچے، رفع یدَیْن کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے۔ آپ نے ایک اصول لوگوں کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ بھی ٹھیک ہے اور وہ بھی ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دفعہ کسی نے ان مسائل کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے انبیاء حکمت سے کلام کیا کرتے ہیں۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی طبائع میں جوش ہوتا ہے۔ ان کا جوش جب تک نکلتا نہ رہے ان میں استقلال پیدا نہیں ہوسکتا اور کئی لوگ خاموش طبیعت ہوتے ہیں وہ اگر اظہارِ جذبات کرنے لگ جائیں تو ان کا جوش مدھم پڑ جاتا ہے۔ اس لئے دونوں قسم کی طبائع کو مدنظر رکھ کر رسول کریم ﷺ نے دو مختلف احکام دے دیئے۔ وہ لوگ جو اپنی طبیعت میں جوش رکھتے ہیں وہ آمین بِالجہر کہہ لیا کریں اور جو خاموش طبیعت ہیں ان کے لئے شریعت نے دل میں ہی آمین کہہ لینے کا دروازہ کھول دیا۔ اسی طرح بعض لوگ حرکات سے اظہارِ عقیدت میں زیادہ لذت محسوس کرتے ہیں ان کے لئے شریعت نے رفع یدَیْن کا حکم رکھ دیا مگر بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جنہیں حرکات کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ سکون کی ضرورت ہوتی ہے ان کے لئے شریعت نے رفع یدَیْن کی صورت کو اڑا دیا۔ اسی طرح ہاتھ باندھنا ہے کوئی شخص سپاہیانہ طبیعت رکھنے والا ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ہاتھ اونچے باندھے۔ اس کے لئے شریعت نے نماز میں ہاتھ اونچے باندھنے کا مسئلہ رکھ دیا اور کوئی ایسا ہوتا ہے جو بڈھا اور بیمار ہوتا ہے اس کے ہاتھ اوپر اٹھتے ہی نہیں اور خودبخود نیچے ڈھلک جاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے شریعت نے یہ آسانی رکھ دی کہ وہ نیچے ہاتھ باندھ لیا کریں۔ غرض رسول کریم ﷺ نے دونوں طبائع کا خیال رکھ لیا اور ہر ایک کے حسب حال حکم دے دیا۔ مجھے ایک دفعہ ان معنوں کا بڑا لُطف آیا۔ میں بیمار تھا اور نماز پڑھ رہا تھا کہ یکدم مجھے محسوس ہوا کہ ضعف کی وجہ سے میں نے ہاتھ نیچے باندھے ہوئے ہیں۔ اُس وقت مجھے خیال آیا کہ شریعت کی یہ اجازت دراصل اسی لئے ہے کہ ہر طبیعت کا آدمی فائدہ اٹھا سکے۔ ایک بیمار آدمی جو ہاتھ اوپر باندھ ہی نہیں سکتا اس سے شریعت یہ کس طرح مطالبہ کرسکتی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ ضرور اوپر باندھے۔ پس بیمار اور کمزور یا سکون رکھنے والی طبیعت کے انسان کے لئے ہاتھ نیچے باندھنے کی رسول کریم ﷺ نے اجازت دے دی مگر جو ہمت والا اور قوی اور تندرست ہے اور سپاہیانہ روح اپنے اندر رکھتا ہے اس کے لئے ہاتھ اوپر باندھنے کا حکم دے دیا۔ اس طرح ایک ہی کلمہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام جھگڑے طے کر دیئے اور ان نادانوں کو جو رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث کوضعیف اور دوسری کو قوی قرار دیتے تھے بتا دیا کہ دونوں حدیثیں ہی قوی ہیں البتہ تم ان کا مفہوم سمجھنے میں ضعیف ہو۔ غرض رسول کریم ﷺ کے کلام پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے فائدے کے لئے ہیں، ہر زمانہ کے لئے ہیں اور ہر حالت کے لئے ہیں اور ان میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔ ان حکمتوں کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی لوگ ان بحثوں میں پڑ جاتے ہیں کہ فلاں حدیث ضعیف ہے اور فلاں قوی۔ حدیثوں میں سے بعض ضعیف بھی ہوتی ہیں مگر وہی حدیثیں ضعیف ہوتی ہیں جو اصول دین یا اصول اخلاق کے خلاف ہوں۔ ان حدیثوں کوضعیف قرار دینا جو ایک ہی وقت میں قابل عمل ہوں حماقت اور نادانی ہے اور اہل حدیث اس حماقت میں سب سے زیادہ گرفتار ہیں۔ جتنا زیادہ وہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اتنا ہی انہوں نے رسول کریم ﷺ کے جائز اور درست کلام پر جرح کی ہے اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کے جائز، درست، صحیح اور پُرحکمت کلام کوضعیف قرار دے کر رسول کریم ﷺ کے کلام کے ایک ٹکڑہ کو بالکل باطل کر دیا ہے۔ اتنے حصہ میں میرے نزدیک حنفی ان سے بہت زیادہ بہتر ہیں۔ انہوں نے یہ اصول قرار دے دیا ہے کہ قرآن مقدم ہے اور حدیث مؤخر۔ اس وجہ سے جن حدیثوں کو اہل حدیث کمزور کہتے ہیں ان کو بھی انہوں نے صحیح قرار دے دیا۔ ہاں ان سے غلطی یہ ہوئی کہ اہل حدیث کی مخالفت میں انہوں نے ان حدیثوں کی طرف زیادہ توجہ دے دی جن کو اہل حدیث کمزور کہتے تھے اور اس طرح اہلحدیث اور حنفی دونوں صحیح راستہ پر قائم نہ رہے۔

پس رسول کریم ﷺ کے کلام کی حکمتوں کو سمجھو ان کا احترام اپنے دل میں پیدا کرو اور کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی نظرانداز مت کرو کہ وہ فوائد کے لحاظ سے درحقیقت بہت بڑی ہوتی ہے۔ انہی چھوٹی باتوں سے جن کو لوگ بِالعموم نظرانداز کر دینے کے عادی ہیں مگر ان کے فوائد بہت بڑے ہیں“۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب اِتِّخَاذُ الْمَسَاجِدَ فِی الدُّوْرِ)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 مارچ 1941ء خطبات محمود صفحہ 105)

تعارف کتب

نوید حمید

ریویو برمباحثہ بٹالوی وچکڑالوی

اس کتاب کا جرمن زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت مکرم حسنات احمد صاحب کے حصہ میں آئی، فجزاھم اللہ احسن الجزاء

جس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے اس وقت ہندستان کی سرزمین پر تمام مذاہب عالم موجود تھے اور وہ سب اس بات کے لیے کوشاں تھے کہ کسی طرح اپنی اپنی تعلیمات کی برتری ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکے تھے اور ان کی باہمی عداوت اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے بھی جاری کرنے سے نہیں کتراتے تھے۔ گویا اتحاد و یکجہتی کے ساتھ ملکر اسلام کا دفاع کرنے کی بجائے باہم دست و گریباں نظر آتے تھے۔ مسلمانان ہند کی دو جماعتیں ایسی تھیں کہ جن کے بنیادی عقائد میں بظاہر بعد مغربین تھا۔ ایک فرقہ تو اہل حدیث کہلاتا تھا جبکہ دوسرا گروہ اہل قرآن کے نام سے موسوم تھا۔ اوّل الذکر جماعت حدیث کو اتنی زیادہ اہمیت دیتی کہ

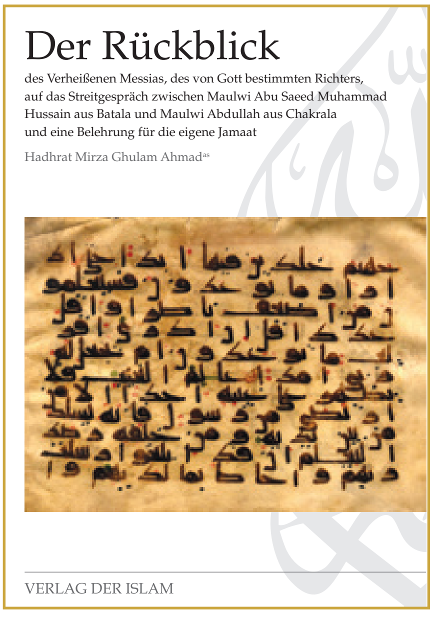

قرآنِ کریم پر بھی اسے حاکم قرار دے دیتی۔ جبکہ اہلِ قرآن احادیث کی افادیت سے منکر اور ان کو ترک کرنے کے قائل تھے۔

نومبر 1902ء میں ان دونوں کے درمیان ایک مباحثہ ہوا۔ اہل حدیث کی طرف سے مولوی محمد حسین بٹالوی آئے اور اہلِ قرآن کی نمائندگی ان کے عالم عبداللہ چکڑالوی نے کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مباحثہ پر ایک مختصر و جامع محاکمہ تحریر فرمایا جو جماعت کے لٹریچر میں ”ریویو برمباحثہ بٹالوی وچکڑالوی“ کے نام سے مشہور ہے۔ گو یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے لیکن جہاں تک اسلامی بنیادی مآخذ یعنی قرآن، سنت اور حدیث، کے باہمی رشتہ کا تعلق ہے تو اس ضمن میں اس کتاب کو اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسی طرح علم فقہ کے بارے میں حضور اقدسؑ نے نہایت واضح اور صاف طریق سے سنہری اصول بیان فرمادیے ہیں جن کو مدّنظر رکھنے سے اس ضمن میں تمام شکوک وشبہات کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

حضور قرآن و سنت کے تعلق میں فرماتے ہیں:

مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کیلئے تین چیزیں ہیں (1) قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں۔ وہ خدا کا کلام ہے۔ وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے (2) دوسری سنت اور اس جگہ ہم اہلحدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں یعنی ہم حدیث اور سنت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ رسمی

رویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی ۲۰۶ روحانی خزائن جلد ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے مباحثہ پر

مسیح موعود حکم ربانی کا ریویو

اور

اپنی جماعت کے لئے ایک نصیحت

محدّثین کا طریق ہے۔ بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز۔ سنت سے مراد ہماری صرف آنحضرتؐ کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور ابتداء سے قرآن شریف کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہے گی۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل۔ اور قدیم سے عادۃ اللہ یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لئے لاتے ہیں تو اپنے عملی فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں تا اس قول کا سمجھنا لوگوں پر مشتبہ نہ رہے۔ اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کراتے ہیں“۔

احادیث کے بارے میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں۔ اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کر لیں کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں“۔

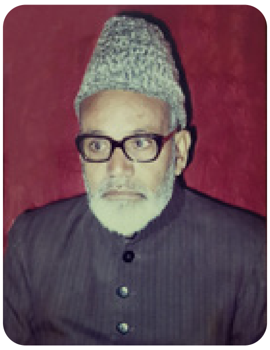

علم حدیث

(محترم حکیم خورشید احمد صاحب مرحوم۔سابق استاد جامعہ احمدیہ وصدر عمومی ربوہ)

علم حدیث کا موضوع آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک من حیث الرسول ہے۔

علم حدیث کی تعریف

علم حدیث کی تعریف علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں یوں کی ہے: 'ایسا علم جس سے آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال اور اصول معلوم کئے جاسکیں'۔

2۔علامہ عزالدین کے نزدیک

هُوَعِلْمٌ ذوقَوَانِیْنَ یُعْرَفُ بِاحْوالِ الْمَتَنِ والسَّنَدِ فَموضُوعَ الْمَتَنِ والسَّنَدِ وَغَایَةُ مَعْرِفَةِ الصَّحِیْحِ مِنْ غَیْرِہٖ (فتح الغیث فی شرح الفیۃالحدیث)

3۔علامہ ابن حجرنے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

مَعْرِفَةِ الْقَوَاعِدِ الْمُعَرِّفَةِ بِحَالِ الرَّاوِی وَالْمَرْوِیِّ عَنْہُ

(4) حافظ زین الدین عراقی الفیۃالحدیث فرماتے ہیں:

عِلْمُ الْحَدِیْثِ: ذُو قوانِیْنَ یُحَدُّ... یُدْرَي بِهَا أَحْوَالُ مَتْنٍ وَسَنَدٍ... فَذَالِكَ الْمَوضُوعُ والْمَقْصُودُ... أَنْ یُعْرَفَ الْمَقْبُولُ والْمَرْدُودُ

دوسری اور چوتھی تعریف ہم معنی ہے۔تیسری میں علم حدیث کو صرف معرفۃالسند پر محمول کیا گیا ہے۔لیکن علامہ موصوف کی کتاب نزھتہ النظر فی شرح نخبۃالفکر میں متن پر بھی مفصل بحث کی گئی ہے۔

پہلی تعریف میں اگرچہ ظاہراً تعریف کا تعلق صرف متن سے معلوم ہوتا ہے۔لیکن محدثین کے نزدیک بالاتفاق صرف وہی متن قابل قبول ہے جو صحیح سند سے مروی ہو۔گویا یہ بھی پہلی تین تعریفوں سے متفق ہیں۔اختلاف صرف لفظی ہے۔

علامہ ابن صلاح مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک علم حدیث دراصل دو چیزوں کا نام ہے۔ اوّل روایت حدیث دوم درایت حدیث۔یہ تعریف لفظی لحاظ سے زیادہ واضح ہے ورنہ دوسری اور چوتھی میں متن کا لفظ درایت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ علم حدیث اس علم کو کہتے ہیں جس میں روایت و درایت کے متعلق بحث کی جائے۔روایت کے ساتھ درایت کی قید ضروری ہے۔تا کہ بہت سی ایسی احادیث کی تحقیق ہوسکے جن کی سند میں کوئی قباحت نہیں مگر متن کے لحاظ سے کچھ اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

علماء محدثین نے جہاں سند کی تحقیق میں انتہائی جہد سے کام لے کر ہر شعبہ میں مفصل بحث کی ہے۔وہاں درایت کے متعلق روایت کی نسبت سے کم بحث ہے۔جس کی بڑی وجہ سند کی تحقیق کی اہمیت اور حالات رواۃ کے ضیاع کا خوف تھا۔تاہم علمائے متقدمین نے ضمناً اور متاخرین نے مستقلاً درایت کے متعلق کچھ نہ کچھ بحث کی ہے اور ایسے اصول وضع کئے ہیں جو متاخر محقق کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتے ہیں۔لیکن درایت میں سب سے بڑی اصل یہ مدنظر رکھنی ہوگی کہ مرورِزمانہ اور حالات کے انقلاب کے پیش نظر اصول درایت میں تبدیلی ضروری ہوتی رہے گی۔

علم حدیث کا موضوع

چونکہ علم حدیث کا موضوع آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک ہے اور اس میں آپ کے امور ذاتیہ یعنی اقوال افعال اور تقریرات کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

اس لئے پہلے حضورؐ کے اقوال۔افعال اور تقریرات کی تعریف وتعیین ضروری ہے۔

قول

قول سے مراد آپؐ کا ایسا فرمان ہے جس کو صحابی حَدَّثَنَا یا حَدَّثَنِی، اَخْبَرَنَا یا اَخْبَرَنِی، سَمِعْنَا یا سَمِعْتُ کے الفاظ سے بیان کرے۔ تحدیث۔ اخبار اور سماع کے تینوں صیغے صراحت سماع پر دلالت کرتے ہیں۔

بعض علماء نے اَنْبَأَنَا اور اَنْبَأَنِی اور ذَکَرَنَا وَ ذَکَرَنِی کے الفاظ کو بھی صراحت سماع پر محمول کیا ہے مگر جمہور محدثین کے نزدیک پہلے تین صیغے ہی صراحت سماع پر دلالت کریں گے۔ (عینی جلد اوّل)

اَنْبَاءَ اور ذَکَرَ کے علاوہ عَنْ اور قَالَ کے الفاظ بھی صحابی کی طرف سے روایت حدیث قولی میں بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ دونوں صیغے بالاتفاق صراحت سماع پر دلالت نہیں کرتے۔ ان میں سماع اور عدم سماع دونوں کا احتمال ہے۔ احادیث کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے صحابہؓ نے بیشتر احادیث ایسی بیان کی ہیں جو انہوں نے خود نہیں سنیں تھیں لیکن نسبت آنحضرتؐ کی طرف کر دی گئی ہے۔ اس قسم کی نسبت عَنْ اور قَالَ کے الفاظ سے جائز ہوگی کیونکہ ان میں اس احتمال کی گنجائش ہے۔ اس صحابی نے یہ حدیث براہ راست حضورؐ سے نہیں سنی بلکہ کسی اور صحابی سے سن کر اس کی نسبت حضورؐ کی طرف کر دی ہے۔

فعل

فعل سے مراد آنحضرت ﷺ کا وہ فعل ہے جس کو صحابی رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَعَلَ کَذَا یا فَعَلَ النَّبِیُّ ﷺ کَذَا کے الفاظ سے بیان کرے۔ پہلا صیغہ بالاتفاق صراحت رویت پر دلالت کرے گا۔ اور دوسرے میں اختلاف ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک اس میں رویت اور عدم رویت دونوں کا احتمال ہے۔

تقریر

تقریر سے مراد صحابہ کرام کے ایسے افعال ہیں جو آنحضرتؐ کے سامنے کئے گئے اور آنحضرتؐ نے اپنی خاموشی سے ان کی تصدیق کر دی یا حضورؐ نے اس فعل سے منع نہیں فرمایا۔ اس قسم کے افعال کو صحابہ کرام عموماً فَعَلَ فُلَانٌ بِحَضْرَۃِ النَّبِیِّ ﷺ کَذَا یا فَعَلَ بِحَضْرَۃِ النَّبِیِّ ﷺ کَذَا کے الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔ بعض دفعہ اس تقریر کی وضاحت کے لئے کوئی صحابی وَلَمْ یَنْھٰی عَنْہُ بیان کر دیتا ہے کہ حضور کے سامنے فلاں فعل کیا گیا لیکن حضورؐ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

محدثین نے تقریر کو صرف ان افعال میں محدود کیا ہے جو حضورؐ کے سامنے کئے گئے لیکن ہمیں نہ تو کلیۃً اس امر سے اتفاق ہے کہ ہر وہ فعل جو آنحضرتؐ کی موجودگی میں کیا جائے کو لازماً حضورؐ کی حدیث تقریری قرار دیا جائے اور نہ ہی اس امر سے کلیۃً انکار ہے کہ حضور کی موجودگی میں جو بات کہی جائے وہ آنحضرتؐ کی حدیث قولی تقریری نہیں قرار دی جاسکتی۔ جب محدثین حضورؐ کے افعال کے متعلق اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں تو انہیں یہی اصول اقوال کے متعلق بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

قول، فعل، تقریر کی قسمیں

ابن حجرؒ نے آنحضرتؐ کے اقوال و افعال اور تقریرات کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

(1) صریحی۔ (2) حکمی

صریحی کی اوپر وضاحت کی جاچکی ہے۔ حکمی کے متعلق فرماتے ہیں:

اَلْاَسْنَادُ وَھُوَ اِمَّا اَنْ یَّنْتَھِیَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ اِمَّا تَصْرِیْحاً اَوْ حُکْماً مِنْ قَوْلِہٖ ﷺ اَوْ مِنْ فِعْلِہٖ اَوْ مِنْ تَقْرِیْرِہٖ کہ اسناد یا جو آنحضرتؐ تک پہونچیں گی اس صورت میں وہ یا صراحتاً مذکور ہوگی یا حکماً اور اس میں حضورؐ کا قول مذکور ہوگا یا فعل یا تقریر۔

قولی حکمی

پھر حدیث قولی حکمی کی تعریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ حُکْماً لَا تَصْرِیْحاً: مَا یَقُوْلُ الصَّحَابِیُّ۔ اَلَّذِیْ لَمْ یَاْخُذُ عَنِ الْاِسْرَائِیْلِیَّاتِ۔ مَالَامَجَالَ لِلْاِجْتِھَادِ فِیْہِ وَلَالَہٗ تَعَلَّقُ بَیَانُ لُغَۃٍ اَوْشَرْحُ غَرِیْبِ الْاَخْبَارِ عَنِ الْاُمُوْرِ الْمَاضِیَۃِ مِنْ بِدْءِ الْخَلْقِ وَاَخْبَارُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ، اَوِ الْآتِیَۃِ کَالْمَلَاحِمِ وَالْفِتَنِ وَاَحْوَالُ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

وَ کَذَا الْاَخْبَارُ عَمَّا یَحْصِلُ بِفِعْلِہٖ ثَوَابٌ مَخْصُوْصٌ اَوْ عِقَابٌ مَخْصُوْصٌ... وَاِنَّمَا کَانَ لَہٗ حُکْمُ الْمَرْفُوْعِ، لِاَنَّ اَخْبَارَہٗ بِذَالِکَ یَقْتَضِیْ مُخْبِراً لَّہٗ، وَمَا لَامَجَالَ لِلْاِجْتِھَادِ فِیْہِ یَقْتَضِیْ مَوْقِفًا لِلْقَائِلِ لَہٗ، وَلَا مَوْقِفُ لِلصَّحَابَۃِ اِلَّاالنَّبِیِّ ﷺ، اَوْ بَعْضِ مَنْ یُّخْبِرُ عَنِ الْکُتُبِ الْقَدِیْمَۃِ، فَلِھٰذَا وَقَعَ الْاِحْتِرَازُ عَنِ الْقِسْمِ الثَّانِیْ، وَ اِذْکَانَ کَذَالِکَ، فَلَہٗ حُکْمُ مَالَوْ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، فَھُوَ مَرْفُوْعٌ سَوَاءٌ کَانَ مِمَّنْ سَمِعَہٗ مِنْہُ اَوعَنْہُ بِوَاسِطَۃٍ۔ (نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر)

ترجمہ: ایسا صحابی جو اسرائیلیات میں سے کوئی روایت کرنے کا عادی نہ ہو وہ ایسی روایت کرے جس کا تعلق اجتہاد۔ بیان لغت یا شرح غریب سے نہ ہو بلکہ اخبار امور ماضیہ مثلاً بدء خلق اور انبیاء علیہم السلام کے حالات یا آئندہ کی خبریں مثلاً جنگوں کی خبریں فتنے قیامت کے حالات یا مخصوص فعل کا مخصوص ثواب عذاب بیان کرے تو اس روایت کو مرفوع شمار کیا جائے گا اس لئے کہ صحابی کا ایسی خبر دینا مخبر کا ایک مقتضی ہے اور جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو۔ وہ کہنے والے کے لئے موقف کا مقتضی ہے اور یہ واضح ہے کہ صحابہ کا مخبر و موقف یا آنحضورؐ ہوسکتے ہیں یا بعض وہ جو کتب قدیمہ کی خبریں بیان کرتے ہیں۔ دوسری بات کا استثنا ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔ لہذا آنحضرتؐ ہی مخبر قرار پاتے ہیں۔ اور اس قسم کے قول کو ایسا ہی سمجھا جائے گا۔ گویا حضورؐ نے فرمایا خواہ صحابی نے اسے بلاواسطہ سنا ہو یا بالواسطہ۔

اسرائیلی روایات میں مشہور مثال حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور عبداللہ بن سلام ہیں اوّل الذکر کو جنگ یرموک میں اسرائیلی کتب کا انبار ہاتھ آ گیا تھا وہ ان کتب کو پڑھتے اور ان کی روایت صحابہؓ کے پاس کرتے رہتے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے کہا کہ حَدَّثْنَا عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ وَلَا تُحَدِّثْنَا عَنِ الصَّحِيْفَةِ (حاشیہ نزھۃ النظر صفحہ 76) اور ثانی الذکر مسلمان ہونے سے قبل زبردست یہودی عالم تھے۔ ابن حجر کے مسلک کے مطابق ان اصحاب کا کوئی قول آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ ان کے اقوال کے متعلق بالیقین نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے مخبر صرف آنحضرتؐ ہی ہیں یا کوئی اور جب تک وہ اس قول کی صراحتاً نسبت آنحضرتؐ کی طرف نہ کریں۔ اس کو مرفوع نہیں مانا جائے گا۔ اجتہاد کی مثال میں حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

مَنْ اَتَی سَاحِرًا اَوعِرَّافًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ

حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے:

مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِی شَكٌّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰی اَبَا الْقَاسِمِ

لیکن خاکسار کے نزدیک اجتہاد کی مثال میں پیش کئے جانے والے اس قسم کے اقوال سب کے سب ایسے ہیں جو آنحضرتؐ کے ارشادات کی روشنی میں کہے گئے ہیں۔ کیونکہ ان سب کے متعلق احادیث مرفوعہ مروی ہیں۔ صحابہؓ نے ان کی روشنی میں اجتہاد کر کے ان کے مطابق فتویٰ دیا۔ یہ زیادہ سے زیادہ صحابہؓ کے استدلات ہیں۔ البتہ اس کی صحیح مثال حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول پیش کیا جاسکتا ہے۔ جیسے حضرت امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ أَبُوبَكْرٍ عَلٰی اِمْرَأَةٍ مِنْ أَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ فَرَآهَا لَا تَتَكَلَّمُ فَقَالَ مَا لَهَا لَا تَتَكَلَّمُ، قَالُوا حَجَّتْ مُصْمِتَةً، قَالَ لَهَا تَكَلَّمِي فَإِنَّ هَذَا لَا يَحِلُّ، هَذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَكَلَّمَتْ

اس حدیث کے قولی حکماً ہونے کا ذکر علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں کیا ہے۔ ہمیں علامہ ابن حجر کے مسلک سے کسی صورت میں اتفاق نہیں۔ کیونکہ اگر یہ درست ہوتا تو خود صحابہ ان کی نسبت آنحضرتؐ کی طرف کر دیتے۔ جیسا کہ انہوں نے اور احادیث میں کیا ہے۔ ان کا نسبت نہ کرنا بتاتا ہے کہ اس قسم کے اقوال کا منبع آنحضرتؐ کی ذات مبارک نہیں۔

(2) صحابہؓ کے اجتہاد یا اسرائیلی روایت کی تعیین ہمارے ذمہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ہم اس کی تعیین میں غلطی کریں۔ اجتہاد کو غیر اجتہاد یا برعکس قرار دے دیں۔ چونکہ اس میں قول غیر رسول کی نسبت رسول کی طرف ہوجانے کا احتمال ہے۔ اس لئے اجتناب ہی بہتر ہے۔ چنانچہ اس خدشے کو علامہ ابن حجر نے بھی تسلیم کیا ہے۔ جب ان پر اعتراض کیا گیا کہ صحابہ نے براہ راست نسبت کیوں نہیں کی تو جواب میں فرمایا:

وَاَمَّاقَوْلُ بَعْضِهِمْ اِنْ كَانَ مَرْفُوْعًا، فَلِمَ لَايَقُوْلُوْنَ فِيْهِ: قَالَ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ؟ فَجَوابُهُ اَنَّهُمْ تَرَكُوا الْجَزْمَ بِذَلِكَ تَوَرُّعًا وَاِحْتِيَاطًا

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ جب شمع نبوت سے براہ راست روشنی حاصل کرنے والوں نے طریق احتیاط اور تورع اختیار کیا تو صدیوں بعد آنے والے علماء کے لئے ان کے اس تورع اور احتیاط کو نظرانداز کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

(3) صحابی یا تو ایسی بات کہے گا جس کا مفہوم آنحضرتؐ کی کسی حدیث میں موجود ہے۔ یا اس کا حضور کی کسی حدیث میں کوئی ذکر موجود نہیں۔ اگر پہلی بات ہے۔ تو اس قول کو حدیث قرار دینے کی ضرورت نہیں۔ حضور کی حدیث موجود ہے۔ ہم اس سے استفادہ کرلیں گے۔ اگر دوسری بات ہے تو بوجہ اشتباہ اسے بدرجہ اولیٰ حدیث قرار نہیں دیا جاسکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اسوہ کے مطابق اسے آنحضورؐ کی طرف منسوب نہ کرنا بہتر ہے۔

(4) یا صحابی کا قول قرآن مجید کی آیت سے استدلال ہو تب بھی اس کو آنحضرتؐ کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

(5) ہوسکتا ہے صحابی اس زمرہ میں سے ہو جس کے متعلق حضورؐ کو خبر دی گئی ہے۔

اِنَّكَ لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوا بَعْدَكَ

فعلی حکمی

اس کے متعلق علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

مِثَالُ الْمَرْفُوعِ مِنَ الْفِعْلِ حُكْمًا اَنْ يَّفْعَلَ الصَّحَابِیُ مَا لَامَجَالُ فِيْهِ لِلْاِجْتِهَادِ فَيَدُلُّ عَلٰی اَنَّ ذٰلِكَ عِنْدَهُ عَنِ النَّبِیِ ﷺ كَمَا قَالَ الشَّافِعُی فِی صَلٰوةِ عَلِیٍّ فِی الْكُسُوفِ فِی كُلِّ رَكْعَةٍ اَكْثَرَ مِنْ رَكُوعَيْنِ۔

ترجمہ: مرفوع فعلی کی مثال یہ ہے کہ صحابی ایسا فعل کرے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اس صورت میں صحابی کے فعل کے متعلق یہی سمجھا جائے گا کہ اس کا ماخذ آنحضورؐ کی ذات مبارک ہے۔ جیسا حضرت امام شافعی نے حضرت علیؓ کی صلوٰۃ کسوف کو جس میں انہوں نے ہر رکعت میں دو سے زیادہ رکوع کئے تھے۔ حدیث مرفوع فعلی حکمی قرار دیا ہے۔

اس کا بھی ہم یہی جواب دیں گے کہ صحابہؓ کا یہ فعل جو آنحضور سے ماخوذ قرار دیا جاتا ہے یا تو آنحضرتؐ سے روایت کی گئی ہوگی یا نہیں اگر پہلی صورت ہے تو صحابی کے فعل کی نسبت حضورؐ کی طرف بلاضرورت ہے اگر دوسری بات ہے تو اسے صحابی کا فعل اور اس کا اپنا اجتہاد ہی کیوں قرار نہ دیا جائے۔ پھر جو مثال پیش کی گئی ہے اس کی تائید میں حدیث مرفوع بھی پائی جاتی ہے۔ اور آنحضرتؐ کے اس فعل کو دیکھنے والے حضرت علیؓ کے علاوہ دوسرے کبار صحابہ بھی تھے۔

خاکسار کا احادیث اور تاریخ کے مطالعہ کے نتیجہ میں یہ قطعی خیال ہے کہ ایسی تمام احادیث میں آنحضورؐ سے صلوٰۃ کسوف کی ایک رکعت میں دو سے زائد رکوع روایت کئے گئے ہیں۔ ایسی روایات جن میں کسی صحابی کا صلوٰۃ کسوف کی ہر رکعت میں دو سے زائد رکوع کرنا بیان کیا گیا ہے۔ وہ محض اشتباہ یا اجتہاد بوجہ طوالت علت صلوٰۃ کا نتیجہ ہیں۔

تقریر حکمی

اس کے متعلق علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

ترجمہ: مرفوع تقریری حکمی کی مثال یہ کہ صحابی یہ روایت کرے کہ ہم آنحضورؐ کے زمانہ میں ایسا کیا کرتے تھے۔صحابہ کے اس فعل کے متعلق یہی سمجھا جائے گا کہ آنحضورؐ کو اس کا علم ہوگا۔کیونکہ صحابہؓ اپنے دینی امور کے متعلق حضورؐ سے کثرت سے دریافت کرتے رہتے تھے۔ان افعال کے متعلق بھی انہوں نے آنحضورؐ سے دریافت کیا ہوگا۔ نیز وہ زمانہ نزول وحی الٰہی کا زمانہ بھی تھا۔ یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ صحابہ متواتر ایک ناجائز فعل کرتے رہیں اور وحی الٰہی اس سے منع نہ کرے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ نے جواز عزل میں یہی استدلال کیا ہے کہ ہم ایسا قرآن مجید کے نزول کے زمانہ میں کیا کرتے تھے کہ اگر یہ ممنوع ہوتا تو ضرور قرآن مجید اس سے روک دیتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عزل کے جواز کے متعلق آنحضرتؐ کا صریح ارشاد احادیث میں موجود ہے۔ اس لئے صحابہؓ کے فعل کو جواز عزل کے لئے دلیل بنانے کی غرض سے حضورؐ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔ پھر کسی شئے کا جائز اور ناجائز ہونا اور شئے ہے۔ اور اس کی آنحضرت ﷺ کی طرف نسبت دے کر اسے حدیث مرفوع قرار دینا شئے دیگر۔

سوال یہ ہے کہ جب حضورؐ نے خود فرمایا نہ کیا نہ آپ نے اپنے سامنے کسی کو کرتے دیکھا۔ حتّی کہ بمطابق قول علامہ ابن حجر صحابہؓ نے بھی بطریق تورع واحتیاط اس کی نسبت حضورؐ کی طرف کرنا مناسب نہ سمجھا۔تو ہم خواہ مخواہ اس کی نسبت حضورؐ کی طرف کردیں۔ ہاں اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضور علیہ السلام کو تمام کلیات وجزئیات کا علم تھا تو اور بات ہے۔ مگر صرف اس بات پر کہ ممکن ہے آنحضرتؐ کو اس کی اطلاع نہ ہوتی ہو حدیث مرفوع نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ اس کے مخالف بھی اسی قسم کا امکان موجود ہے۔ پھر یہ بھی امکان موجود ہے کہ آپؐ اس کو مکروہ خیال کرتے ہوں مگر بایں وجہ کہ وہ حرام نہیں۔ آپ نے سکوت فرمایا ہو۔ جیسا کہ لحم الضب۔حضورؐ نے اپنے لئے اسے پسند نہیں فرمایا۔ لیکن دوسروں کو اس کے کھانے کی اجازت دی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایسا فعل ہو۔ جو زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق کیا جاتا ہو اور سنت اس کے خلاف ہو اور صحابی کو اس سنت کا علم نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ صحابی حدیث اِنَّكَ لَاتَدْرِیْ مَااَحْدَ ثُوا بَعْدَكَ کا مصداق ہو۔ جب اس قدر امکانات و احتمالات ہیں تو ایسا فعل قابل حجّت کس طرح ہوسکتا ہے۔ فَاِنَّهٗ اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ لِبَطَلِ الْاِسْتِدْلَالِ فَالصَّحِيْحُ مَاقَالَ الْاِمَامُ اَبُوْبَكْرٍ اِسْمَاعِيْلُ وَغَيْرُهٗ اِنَّهٗ مَوْقُوْفٌ۔

صحابہؓ کے اس قسم کے اقوال افعال اور تقریرات کو احادیث مرفوعہ قرار دینے کی بجائے صحیح مسلک یہی ہے کہ انہیں احادیث موقوفہ[1] قرار دیا جائے۔ اس طرح ان بہت سی اصولی وفروعی مشکلات سے نجات حاصل ہوجائے گی۔ جن میں ہم صحابہ کے اجتہادات کو احادیث مرفوعہ قرار دے کر مبتلا ہوئے ہیں۔ یہ بحث اپنی جگہ کافی طویل ہے جس پر پھر کسی وقت روشنی ڈالی جائے گی، ان شاء اللہ۔

(مجلۃ الجامعہ احمدیہ ربوہ، اکتوبر تا دسمبر 1964ء صفحہ 50 تا 57)

---

1 حدیث موقوف اسے کہتے ہیں جس کی سند صحابی پر آکر رک جائے یعنی صحابی راوی اسے رسول اللہ کی طرف منسوب نہ کرے مثلاً صحابی کہہ دے انما الاعمال بالنیات اور یہ نہ کہے کہ ”قال رسول اللہ“ یا ”سمعت رسول اللہ“ وغیرہ الفاظ استعمال نہ کرے جن سے اس حدیث کی نسبت رسول اللہ کی طرف ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ مقام دارالحرب ہے پادریوں کے مقابلے میں۔ اس لئے ہم کو چاہیے کہ ہرگز بیکار نہ بیٹھیں۔ مگر یاد رکھو کہ ہماری حرب ان کے ہمرنگ ہے۔ جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہیے۔ اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا۔ اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا“۔

(الحکم مورخہ 17 جون 1901ء صفحہ 2)

JAMIA AHMADIYYA BRD

جامعہ احمدیہ جرمنی سے 2021ء میں فارغ التحصیل ہونے والے مربیان سلسلہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ احمدیہ جرمنی میں سات سالہ تعلیمی و تربیتی نصاب مکمل کرنے کے بعد درج ذیل 16 شاہدین کو بطور مربی سلسلہ میدان عمل میں قدم رکھنے کی توفیق ملی ہے۔

نام	ولدیت	شہر
ساغر احمد بٹ	مبارک احمد	Hainburg
لقمان احمد	امجد علی	Offenbach
شرجیل احمد خالد	حافظ فرید احمد	Bensheim
اویس احمد ملک	ملک سکندر حیات	Langen
ولید احمد انجم	خالد احمد خان انجم	Osnabrück
عبد النور خواجہ	خواجہ عبد اللطیف	Waldkirch
محمد عمران بشارت	محمد انیس بشارت	Heidelberg
ایاز احمد ملک	ملک جمیل احمد	Frankfurt
رانا شیراز احمد	رانا عبد الجبار	Rodgau
عمیر احمد خالد	وحید احمد خالد	Frankenthal
سعود احمد	داؤد احمد	Ginsheim
حمزہ نصیر احمد	نصیر احمد	Münster
شمس الملک چودھری	ظہیر الملک چودھری	Gaggennau
اسد جری اللہ	شعیب جری اللہ	Dreieich
مباہل منیب احمد	ناصر احمد	Kraichtal
رانا فراز احمد	رانا عبد الجبار	Rodgau

ان تمام مربیان اور ان کے والدین کی خدمت میں ادارہ اخبار احمدیہ جرمنی دلی مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین رنگ میں کامل وفا اور صدق و صفا کے ساتھ اپنا عہد وقف نبھانے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں مقبول اور نتیجہ خیز خدمات بجالانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

جمع احادیثِ نبویہ کے لیے محدّثین کی کاوشیں

(محترم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیرؔ مرحوم۔ سابق مبلغ سلسلہ ماریشس)

اس سلسلہ میں تین باتوں کو جاننا ضروری ہے۔

1۔ حدیث کیا ہے؟

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے وہی کچھ حدیث میں ہے۔ ہاں بعض باتوں کا استنباط ایسا اعلیٰ حدیثوں نے کیا ہے کہ دوسرے لوگ اس کو سمجھ نہیں سکتے ورنہ حدیث قرآن سے باہر نہیں۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کا نام رکھا ہے مفصلاً۔ اس پر ایمان ہونا چاہیے۔ بعض تفاصیل سوائے انبیاء کے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ پھر اس طرح حدیث میں قرآن سے زائد کچھ نہیں۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 362)

2۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ حدیث کا مقام کیا ہے؟

اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یوں ہے:

”مَیں نے سُنا ہے کہ بعض تم میں سے حدیث کو بکلّی نہیں مانتے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی کرتے ہیں۔ مَیں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں جو تمہاری ہدایت کے لیے خدا نے تمہیں دی ہیں سب سے اوّل قرآن ہے...... دوسرا ذریعہ ہدایت کا جو مسلمانوں کو دیا گیا سُنّت ہے...... ہاں تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے۔ کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی، اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں اور نیز بڑا فائدہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سُنّت کی خادم ہے...... بہرحال احادیث کا قدر کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہیں۔ ہاں حدیث بھی اگرچہ اکثر حصہ اس کا ظنّ کے مرتبہ پر ہے مگر بشرطِ عدم تعارضِ قرآن وسنت تمسّک کے لائق ہے اور مؤید قرآن وسنت ہے اور بہت سے اسلامی مسائل کا ذخیرہ اس کے اندر موجود ہے۔ پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے۔ (کشتی نوح)

3۔ تیسری بات یہ ہے کہ حدیث کی افادیت سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمان ہمارے سامنے رہنا چاہیے:

”اے میری عزیز جماعت یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا...... قرآن کریم کو اپنا پیشوا پکڑو اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو اور حدیثوں کو بھی ردّی کی طرح مت پھینکو کہ وہ بڑی کام کی ہیں اور بڑی محنت سے ان کا ذخیرہ تیار ہوا ہے“۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ 94)

جمع حدیث کے چار اَدوار

احادیث نبویہ کو جمع کرنے والوں کو ہم بآسانی چار ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں:

پہلا دور عہد نبوّت کا ہے۔ صحابہؓ نے اللہ تعالیٰ کے حکم (وَ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا) کی تکمیل میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی باتوں کو سننے کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ کچھ صحابہؓ تو اپنا گھر بار چھوڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لگ گئے اور اصحاب الصفّہ کہلائے۔ اُنہی میں سے حضرت ابوھریرہؓ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کئی کئی روز فاقے سے رہنا قبول کر لیتے تھے مگر حضور ﷺ کی رفاقت کو ایک لمحہ کے لئے بھی چھوڑنا پسند نہ کرتے۔ حضرت عمرؓ مدینہ سے دور رہتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ ایک دن خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دوسرے دن اپنے ایک انصاری بھائی کو بھجواتے اور اُن سے حضور ﷺ کی باتیں سُنتے۔ عورتوں میں سے حضرت عائشہؓ سے سب سے زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔ اُن کو حضور ﷺ کی زوجیت کا شرف حاصل تھا۔ چند سال حضورؐ کی آخری عمر کے ساتھ رہیں۔ حضور ﷺ کے اقوال اور اعمال کو انہوں نے اچھی طرح سنا اور دیکھا اور اپنے دماغ میں خوب ریکارڈ کر لیا۔

مختصر یہ کہ صحابہؓ نے حضور ﷺ سے عاشقانہ تعلق پیدا کر لیا تھا اور وہ آپؐ کی تمام حرکات وسکنات پر عمل کرنا اپنی نجات کا باعث سمجھتے تھے۔ ادھر حضورؐ بھی صحابہؓ کی تعلیم کے متعلق خاص اہتمام فرماتے تھے۔ سیدھے سادھے پیرایہ میں بات کو بیان فرماتے اور بار بار دُہراتے یہاں تک کہ آپؐ کی باتیں صحابہؓ کے دل ودماغ میں راسخ ہوجاتی تھیں۔

پھر آنحضرت ﷺ کا یہ طریق بھی تھا کہ آپ ﷺ صحابہؓ کو اپنی تعلیم کو حفظ کرنے اور اُسے وسیع طور پر شائع کرنے کی تلقین فرماتے اور کبھی کبھی اُن کے علم کا جائزہ بھی لیتے رہتے۔ صحابہؓ میں سے حضرت ابوہریرہؓ کا حافظہ کمزور تھا وہ اپنے حافظہ کی شکایت لے کر حضورؐ کے پاس جا پہنچے اور حضورؐ کی دعا کے نتیجہ میں ان کو معجزہ کے طور پر 5374 حدیثیں یاد کرنے کا موقع ملا۔ عبداللہؓ بن عمرو کو حضورؐ نے فرمایا کہ تم اپنے ہاتھ سے مدد لے لیا کرو۔ یعنی لکھ لیا کرو۔ الصَّحِیۡفَةُ الصَّادِقَة انہی کی محنت کا پھل تھا۔

یہ دَور جمعِ حدیث کے سلسلہ کے لئے بنیادی دَور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی بنیاد پر آنے والے محدّثین نے حدیث کا شاندار محل تعمیر کیا ہے۔

ہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عربوں کا حافظہ تو ضرب المثل تھا تاہم اس دَور میں بھی کئی یادداشتیں تحریر میں آگئی تھیں جن کا اعتراف سرولیمؔ میور کو بھی کرنا پڑا۔ مثلاً فتح مکّہ کے موقع پر حضورؐ نے ابوشاہ کے لیے اپنا خطبہ لکھوایا۔ (ابوداؤد)

یمنی قبیلہ کے لئے بعض احکام لکھوا کر بھجوائے۔ آپؐ کے معاہدات وغیرہ میں سے 6281 تحریریں ابھی حال ہی میں کتابی صورت میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے ازہر سے شائع کروائی ہیں (1970ء کے قریب۔ ناقل)

اِسی طرح نبی اکرم ﷺ نے جو خطوط بادشاہوں کو لکھوائے تھے وہ بھی آج تک حدیث کی کتب میں محفوظ چلے آرہے ہیں اور مصر کے بادشاہ مقوقس والا اصلی خط 1858ء میں ملا تو اس خط اور حدیث کی عبارت میں ایک لفظ تک کا فرق نہیں پایا گیا۔ یہ شاندار ثبوت ہے کہ (1) عربوں کا حافظہ نہایت ہی اعلیٰ تھا اور (2) بعض حدیثیں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہی تحریر میں آگئی تھیں۔ پس حدیث کو جمع کرنے کے لئے محدّثین نے اپنے حافظہ سے بھی محنت کی اور ساتھ ساتھ ہاتھ سے محنت فرماتے رہے اور یہی دونوں طریق آج بھی کسی بیان کی تصدیق کے لئے ہماری عدالتوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

دوسرا دَور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد شروع ہوا اور پہلی صدی کے آخر تک ممتد ہے۔ اس زمانہ میں صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ تابعین کبار کو بھی حدیث کے جمع کرنے کی خدمت نصیب ہوئی۔ اب اُن کا آقا جو وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی۔ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی کا مصداق تھا۔ وہ تو ان میں موجود نہ تھا مگر اس کا اہم ارشاد فَلۡیُبَلِّغُ الشَّاهِدُ الۡغَایِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوۡعٰی مِنۡ سَامِعٍ۔ (بخاری) اُن کی رہنمائی کر رہا تھا۔ چنانچہ صحابہؓ نے اپنی اپنی روایتیں دوسروں کو سُنانی شروع کر دیں۔ اِجۡلِسۡ بِنَا نؤمِنۡ سَاعَةً اُن کا دستور بن گیا تھا۔ اِس طرح مختلف مقامات پر درسِ حدیث شروع ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کوفہ میں درس دیتے تھے۔ اُن کے باقاعدہ 800 شاگرد تھے۔ حضرت عائشہؓ کے حلقہٴ درس میں بڑی کثرت سے لوگ شامل ہوتے تھے۔ ان کے خاص شاگردوں میں 200 مرد اور 38 عورتیں تھیں۔

حدیثوں کو پھیلانے کے علاوہ صحابہؓ نے نئی نئی حدیثوں کو معلوم کرنے کے لئے بھی بڑی تگ و دَو کی۔ مثلاً حضرت جابر بن عبداللہؓ نے ایک حدیث سُننے کی خاطر مدینہ سے شام تک کا سفر کیا۔ (بخاری)

اسی طرح حضرت ابوایوب انصاریؓ نے بھی ایک حدیث کے اصل الفاظ کی تصدیق کے لئے عقبہ بن عامرؓ کو ملنے کے لئے مصر کا سفر کیا۔

اس دَور میں تابعین نے بھی احادیث کے جمع کرنے کے لئے خوب محنت کی۔ حضرت ابوالعالیہؒ کا قول ہے کہ ہم بصرہ میں صحابہؓ سے روایات سنتے پھر مدینہ کا سفر کرتے اور وہاں اُن احادیث کی تصدیق کرتے۔ امام ابراہیم نخعی نے ایک بار ابوذرعہ عمرو بن جریر سے ایک حدیث سُنی پھر دو سال بعد ملاقات ہونے پر دوبارہ وہ حدیث سُنی تو الفاظ میں کوئی فرق نہ پایا۔

اس دَور میں حدیث کو حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کی تحریر کی طرف بھی توجہ کی گئی اور 40 کے قریب حدیث کے مسودات تیار ہوئے مگر یہ انفرادی تھے۔ اُن میں سے چند ایک قابلِ ذکر ہیں۔

الصحیفۃ الصادقہ از عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ تو پہلے ہی موجود تھا اس کے علاوہ

1۔ حضرت ابوبکرؓ کا مسودہ 500 احادیث کا تھا۔

2۔ حضرت عمرؓ کی یادداشتیں، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے آپؓ کے فیصلے بھی جمع کئے۔

3۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مجموعۂ سیرت۔ اُن سے سعید بن جُبیر بھی لکھا کرتے تھے۔

4۔ حضرت امام حسنؓ نے بھی حدیثیں جمع کی تھیں۔

5۔ ابی بن کعبؓ کا مجموعہ کتاب التفسیر تھا۔

6۔ زید بن ثابتؓ کی کتاب الفرائض تھی۔

7۔ حضرت انس بن مالکؓ نے بھی ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ جس کی مدد سے آپ زبانی روایتوں کی تصدیق بھی کیا کرتے تھے۔

8۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے شاگرد ہمام بن منبہ کو مسودہ لکھوایا۔ (المبتدا)

9۔ جابرؓ بن عبداللہ سے وہب تابعی نے بھی مجموعہ لکھا۔

10۔ حضرت ابن عمرؓ سے نافع تابعی نے احادیث لکھیں۔

تیسرا دَور قرنِ ثانی کا ہے۔ درس حدیث کے مدرسے جو دوسرے دَور میں جابجا قائم ہوچکے تھے ان میں توسیع ہونی شروع ہوئی۔ ادھر نئے آنے والے مسلمانوں کو بھی احادیث سُننے کا شوق تھا چنانچہ حضرت علی بن عاصم تابعی کے درس میں تیس ہزار لوگوں کی حاضری لکھی گئی ہے۔ اس طرح بغداد میں حضرت یزید بن ہارون کے درس میں ستر ہزار لوگ شامل ہوا کرتے

تھے۔ شیخ سلیمان بن حرت کے درس میں چالیس ہزار لوگ شامل ہوتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

حدیث کے کچھ مسودے دوسرے دَور میں تیار ہوئے تھے مگر وہ متفرق احادیث پر مشتمل متفرق لوگوں کے پاس تھے اب تیسرے دَور میں مستقل کتابیں لکھی جانی شروع ہوئیں۔ اس کی ابتداء حضرت امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے ہوئی۔ آپ نے 101ھ میں قاضی ابوبکر بن حزم حاکمِ مدینہ کو لکھا کہ بہت سے عالم دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ حدیث کا علم بھی ختم ہوجائے اس لئے تم زیادہ سے زیادہ حدیثیں محفوظ کرلو۔ یہ حکم باقی صوبوں کے گورنروں کو بھی بھجوایا گیا۔ امام زہری کو تو خاص طور پر اس کام پر مامور کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ ان کی وفات پر اُن کی کتب گدھوں اور گھوڑوں پر لاد کر دوسری جگہ لے جائی گئی تھیں۔ اس دَور میں امام مالکؒ نے مدینہ میں امام ابن جریج نے جو مکّہ میں، امام اوزاعی نے شام میں، امام سفیان ثوری نے کُوفہ میں اور عبداللہ بن مبارک نے خراسان میں جمع حدیث کے سلسلہ میں اہم کام کیا۔

قرنِ ثانی کے بعض مسودات یہ تھے:

1۔ موطا امام مالکؒ

2۔ پہلی مسند امام موسیٰ کاظم بن جعفر نے تیار کی۔

3۔ کتاب الآثار امام ابو حنیفہؒ کی مشہور کتاب تھی۔

4۔ امام محمدؒ نے فقہ کے موافق اور مخالف احادیث کو جمع کیا۔

5۔ پہلی اربعین امام عبداللہ بن مبارک نے تالیف کی۔

6۔ جامع الابواب امام زہری کی تالیف تھی۔

چوتھا دور حضورؐ کے فرمان خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ کے مطابق اس دَور کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ حدیث پر ہمہ گیر کتب تیار ہوئیں جن میں سے صحاحِ ستہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ صحاحِ ستہ میں بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ شامل ہیں۔

امام بخاریؒ کو چھ لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ اُن کو اکٹھا کرنے کے لئے اُنہوں نے بلادِ اسلامیہ کے لمبے لمبے سفر کئے اور انہی سفروں کے دوران وہ معتبر حدیثوں کو اپنی صحیح میں الگ کرتے رہے۔ کہتے ہیں کہ ہر ایک حدیث کے انتخاب سے قبل وہ دو رکعت نفل نماز ادا کرتے تھے اور مسجد نبویؐ میں منبر اور روضۂ نبوی کے درمیان بیٹھ کر اپنی کتاب کو مکمل کیا جس میں کُل روایتیں 7397 ہیں بعض حدیثیں مختلف سندوں سے مکرّر بھی آئی ہیں۔ اُن کی تجرید کی جائے تو چار ہزار حدیثیں سولہ سال کے کام کا نتیجہ ہیں۔ امام بخاریؒ سے اُن کے نو ہزار شاگردوں نے اس کتاب کو اُور آگے روایت کیا ہے اور آج تک اس کو بے پناہ مقبولیت ملی ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے حضرت مسیح موعودؑ نے بھی فرمایا ہے:

”دوسری کتابیں جو ہماری مسلم کتابیں ہیں اُن میں سے اوّل درجہ پر صحیح بخاری ہے اور اس کی وہ تمام احادیث ہمارے نزدیک حجّت ہیں۔ جو قرآن شریف سے مخالف نہیں اور ان میں سے دوسری کتاب صحیح مسلم ہے اور اس کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیح بخاری سے مخالف نہ ہو۔ اور تیسرے درجہ پر صحیح ترمذی، ابن ماجہ، موطا، نسائی، ابوداؤد اور دارقطنی کتبِ حدیث ہیں جن کی حدیثوں کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیحین سے مخالف نہ ہوں۔“ (آریہ دھرم صفحہ 87)

مختصر یہ کہ ان چاروں اَدوار میں محدّثین نے جمع حدیث کے سلسلہ میں جان، مال، وقت اور عزّت کی جو قربانیاں پیش کی ہیں اُن کی مثالیں پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت کی یہ شاندار دلیل ہے۔

روایت کے لحاظ سے حدیث کی جانچ پڑتال کے لئے کاوشیں

قرآنی حکم لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:22) پر صحابہؓ نے خوب عمل کر کے دکھلایا۔ گویا اس اسوہ حسنہ کی وہ زندہ تصویر بن گئے تھے۔ بعد میں آنے والوں نے بھی اس اسوۂ حسنہ کی خوب حفاظت کی۔ اس اسوۂ حسنہ کو حاصل کر کے آگے پہنچانے والے راویوں کی جانچ پڑتال کے لئے بھی محدّثین کی کاوشیں لاجواب ہیں جن کا اعتراف مشہور مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر اِن الفاظ میں کرتا ہے:

”نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری نہ موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت ہم آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم کر سکتے ہیں“۔ (ترجمان السنہ صفحہ 170)

حضور ﷺ کی وصیت مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (ترمذی) مسلمانوں کو حدیث کے بارہ میں صراط مستقیم پر قائم رکھے ہوئے تھی اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ جیسے بہترین راوی بھی حدیث بیان کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ حضرت عمرؓ تو کمی بیشی کے ڈر سے بعض دفعہ حدیث بیان ہی نہ کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے صحابی قال الرسول کہتے تو اُن کا بدن خوف کے مارے کانپ جاتا تھا۔

اس قسم کی احتیاط کے باوجود راویوں کی جانچ پڑتال کے لئے مندرجہ ذیل شرائط مختلف محدّثین بیان کرتے رہے ہیں۔ (1) راوی معروف الحال ہو۔ (2) صادق القول ہو۔ (3) سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ (4) اس کا حافظہ درست ہو (5) اُسے تصرّف کی عادت نہ ہو۔ (6) اُس حدیث کا اس کی ذات سے کوئی خاص تعلق نہ ہو۔ (7) دو راویوں کی آپس میں ملاقات ثابت ہو۔ (8) راویوں کی سب کڑیاں محفوظ ہوں۔ (9) سب راوی معتبر ہوں۔ (10) راویوں کی کثرت بھی ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ شرائط حکم الٰہی اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (الحجرات:49) ترجمہ: اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کے حالات کا جائزہ لے لیا کرو) کو بہترین رنگ میں پورا کرتی ہیں اور اسی وجہ سے علم روایت کو اسلام میں درجہ کمال حاصل ہوگیا۔ عیسائی اناجیل کے راویوں کا اس سے کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ نے تو اپنی کتاب میں احادیث کو جمع کرنے کے لیے راویوں پر خاص قسم کی شرائط لگا دی تھیں مثلاً یہ کہ حدیث متصل الاسناد ہو۔(2) راویوں کی آپس میں ملاقات بھی ہو اور پھر طویل ملازمت رہی ہو۔(3) راوی طبقہ اولیٰ کا ثقہ آدمی ہو۔ حالانکہ امام مسلمؒ دو راویوں کا ہم عصر ہونا بھی کافی قرار دیتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے ایک راوی کی صداقت پر شبہ ہونے کی صورت میں اس کی دس ہزار روایتوں کو ترک کر دیا تھا۔ امام بخاریؒ کی انہی کڑی شرائط کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:

”جو حدیث امام بخاری کی شرط کے مخالف ہو وہ قبول کے لائق نہیں“۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ 120)

اس سلسلہ میں امامِ وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ دو حوالے بھی قابل غور ہیں:

1۔ یہ سچ ہے کہ حدیثیں صحابہؓ کی زبان سے بتوسّط کئی راویوں کے مولفین صحاح تک پہنچی ہیں۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ جہاں تک ممکن ہے مولفین صحاح نے حدیثوں کی تنقید وتفتیش میں بڑی بڑی کوششیں کی ہیں مگر پھر بھی ہمیں اُن پر وہ بھروسہ نہیں کرنا چاہیے جو اللہ جلشانہ کے کلام پر کیا جاتا ہے“۔(ازالہ اوہام صفحہ 285)

2۔ اور یہ کہنا کہ ہم اسی قول کو حدیث کہیں گے جس کا اسناد آنحضرت ﷺ تک پہنچتا ہو یعنی وہ مرفوع متصل ہو یہ اور جہالت ہے۔ کیا جو منقطع حدیث ہو اور مرفوع متصل نہ ہو وہ درست نہیں کہلاتی شیعہ مذہب کے امام اور محدّث کسی حدیث کو آنحضرت ﷺ تک نہیں پہنچاتے تو کیا اُن کا نام احادیث نہیں رکھتے؟ حدیث کو کئی قسموں پر منقسم کر کے سب کا نام حدیث ہی رکھ دیا ہے“۔(تحفہ گولڑویہ صفحہ 40)

اس موقع پر حدیث کی بعض قسموں کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً راویوں کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کے اعتبار سے حدیث کو اس وقت صحیح قرار دیں گے جب کہ اس کے تمام راوی دینداری، صلاحیت، سلامت روی، راستبازی اور حافظہ وغیرہ قویٰ ذہنیہ کے اعتبار سے صحیح و سالم اور ہر قسم کی تہمت سے مبرّا ہونے میں خاص شہرت رکھتے ہوں اور ان کی روایتوں کے درمیان معناً یا لفظاً اختلاف نہ ہو اور اسے حُسن قرار دیں گے اگر اُس کے متعلق صرف لفظاً اختلاف ہو اور ضعیف ہو گی اگر ثقہ ہونے کے شروط میں سے کسی ایک شرط کی کمی ہو اور متروک ہو گی اگر اُس کے راویوں میں سے کوئی ایک جھوٹ سے متہم ہوا ہو اور منکر ہو گی اگر ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہو۔ اور معروف ہو گی اگر اس کے متعلق سبھی کو اتفاق ہو۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ اقتباس بہت ہی حسین ہے:

”پس یہ نہایت بے ایمانی اور بد دیانتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی اور پہلو سے کسی حدیث کو ظاہر کر دے اور اطمینان بخش ثبوت دے دے تب بھی ان ظنونِ فاسدہ کو نہ چھوڑیں کہ فلاں شخص نے فلاں راوی کی نسبت یہ شکوک پیش کئے تھے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ معتبر راویوں کے بیان سے کسی کی موت ثابت ہو اور پھر وہ شخص جو مُردہ قرار دے دیا گیا ہے حاضر ہو جائے اور اس کے حاضر ہونے پر بھی اس کی زندگی پر اعتبار نہ کریں اور یہ کہیں کہ راوی بہت معتبر ہیں ہم اس کو زندہ نہیں مان سکتے۔ ایسا ہی اِن بدبخت مولویوں نے علم تو پڑھا مگر عقل اب تک نہیں آئی“۔(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 10)

درایت کے لحاظ سے محدّثین کی کاوشیں

صحابہؓ نے اللہ تعالیٰ کے حکم قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:32) کی تعمیل ایسے شاندار رنگ میں کی کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ نبی اکرم ﷺ کی باتوں کو مِن وعَن یاد رکھتے اور انہیں بعینہٖ آگے پہنچانے کی سعی فرماتے، پھر بھی احادیث کے متن کی صحت کو پرکھنے کے لیے محدّثین نے مختلف اصول مقرر فرمائے مثلاً یہ کہ (1) مضمون روایت فی نفسہٖ اسلام کے اصولی عقائد اور سُننِ متواترہ کے مطابق ہو۔(2) معتبر شواہد تاریخیہ کے خلاف نہ ہو۔(3) مشاہدات اور مسلّمہ حقیقت کے خلاف نہ ہو۔(4) کسی اور مضبوط تر روایت کے خلاف نہ ہو۔(5) دیکھنے اور سُننے والوں کا تواتر ہو اور اجماع قطعی کے خلاف نہ ہو۔(6) عقلاً غلط یا مشتبہ نہ ہو۔

محدّثین نے ان اصولوں کے مطابق احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے جو کاوشیں فرمائی ہیں اُن سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اور یہ طریق صحابہؓ سے ہی شروع ہوا۔ حضرت عمرؓ کی روایت کہ ”میّت پر رونے سے میّت کو عذاب پہنچتا ہے“ کو سُننے پر حضرت عائشہؓ نے قرآن مجید کی آیت وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی پڑھ دی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن کو آنحضرت ﷺ نے اس زمانہ کا حَکَم و عدل بھی قرار دیا ہے درایت کے بعض اصول اپنی کتب میں بیان فرمائے ہیں جو اس سلسلہ میں ہمارے لیے بہت ہی آسانی پیدا کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

”وہ حدیث قولی یا فعلی جو قرآن کریم کی کسی صریح اور بیّن آیت کے مخالف نہیں ہو گی تو ہم اسے بسروچشم قبول کریں گے اور اگر بظاہر مخالف نظر آئے گی تو حتّی الوسع اس کی تطبیق اور توفیق کے لئے کوشش کریں گے اور اگر ہم باوجود پوری پوری کوشش کے اس امر تطبیق میں ناکام رہیں گے اور صاف صاف کُھلے طور پر ہمیں مخالف معلوم ہو گی تو ہم افسوس کے ساتھ اس حدیث کو ترک کر دیں گے۔ کیونکہ حدیث کا پایہ قرآن کریم کے پایہ اور مرتبہ کو نہیں پہنچتا“۔ (الحق لدھیانہ صفحہ 15)

”مگر جو حدیث قرآن کی بیّنات کے مخالف ہو گی کوئی محرّف قول ہو گا یا سِرے سے موضوع اور جعلی... اور ایسی حدیث بلاشبہ رَدّ کے لائق ہو گی“۔(اتمام الحجہ صفحہ 23)

پھر ایک اور اہم ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے حضورؑ اپنی کتاب ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ 7 پر فرماتے ہیں:

1۔”پس مذہب اسلم یہی ہے کہ نہ تو اس زمانے کے اہل حدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ قرآن پر مقدّم رہیں اور نیز اگر ان کے قصّے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصّوں کو قرآن پر ترجیح دی جائے اور قرآن کو چھوڑ دیا جائے... بلکہ چاہیے کہ قرآن اور سُنت

کو حدیث پر قاضی سمجھا جائے اور جو حدیث قرآن اور سُنت کے مخالف نہ ہو اُس کو بسرو چشم قبول کیا جائے۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔مبارک ہیں وہ جو اس کے پابند ہوتے ہیں۔نہایت بدقسمت اور نادان وہ شخص ہے جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے“۔ نیز فرمایا:

”ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنّت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر عمل کیا جائے“۔ (ایضاً صفحہ 6)

(2)حدیث کے صحیح ہونے کا دوسرا اصول حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے:

”اور یہ کہنا کہ اس حدیث (اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ...... ناقل) کے بعد راویوں پر محدّثین نے جرح کی ہے۔ یہ قول سراسر حماقت ہے کیونکہ یہ حدیث ایک پیشگوئی پر مشتمل تھی جو اپنے وقت پر پوری ہوگئی۔ پس جبکہ حدیث نے اپنی سچائی کو آپ ظاہر کر دیا تو اس کی صحت میں کیا کلام ہے“۔(انجام آتھم صفحہ 244)

(بشکریہ الفرقان دسمبر 1970ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہمارا مذہب حدیث کے متعلق یہی ہے کہ جب تک وہ قرآن اور سنت کے صریح مخالف اور معارض نہ ہو اس کو چھوڑنا نہیں چاہئے خواہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف سے ضعیف کیوں نہ ہو جب کہ ہم اپنی زبان میں دعائیں کر لیتے ہیں تو کیوں حدیث میں آئی ہوئی دعائیں نہ کریں جب کہ وہ قرآن شریف کے مخالف بھی نہیں۔......اصل بات یہ ہے کہ اپنی موٹی عقل کی وجہ سے اگر کوئی چیز قرآن میں نہ ملے تو اس کو سنت میں دیکھو....پس حق بات یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی سنت کے ذریعہ تواتر دکھا دیا ہے اور حدیث ایک تاریخ ہے اس کو عزت دینی چاہئے سنت کا آئینہ حدیث ہے۔(ملفوظات جلد دوم صفحہ 445)

بیاں کر دیئے سب حلال و حرام

بدر گاہِ ذی شانِ خیر الانام — شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منت بصد احترام — یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام
کہ اے شاہ کونین عالی مقام — عَلَيكَ الصَّلوٰةُ عَلَيكَ السَّلام

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں — جو دیکھا وہ حسن اور وہ نور جبیں
پھر اِس پر وہ اخلاق اکمل تریں — کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلقِ کامل زہے حُسنِ تام — عَلَيكَ الصَّلوٰةُ عَلَيكَ السَّلام

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی — بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی — کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپ کے دَم سے اِس کا قیام — عَلَيكَ الصَّلوٰةُ عَلَيكَ السَّلام

محبت سے گھائل کیا آپ نے — دلائل سے قائل کیا آپ نے
جہالت کو زائل کیا آپ نے — شریعت کو کامل کیا آپ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام — عَلَيكَ الصَّلوٰةُ عَلَيكَ السَّلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال — وہ سب جمع ہیں آپ میں لا محال
صفات جمال اور صفات جلال — ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام — عَلَيكَ الصَّلوٰةُ عَلَيكَ السَّلام

مقدس حیات اور مطہر مذاق — اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہاں گیر یکراں براق — کہ بگذشت از قصر نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام — عَلَيكَ الصَّلوٰةُ عَلَيكَ السَّلام

علمدارِ عشاق ذاتِ یگاں — سپہ دار افواجِ قدوسیاں
معارف کا اک قلزمِ بیکراں — افاضات میں زندہ جاوداں
پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام — عَلَيكَ الصَّلوٰةُ عَلَيكَ السَّلام

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کا نعتیہ منظوم کلام)

جماعت احمدیہ اور خدمت حدیث

(از مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب۔ مربی سلسلہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے قبل امت محمدیہ کی علمی وعملی حالت اس حدیث مبارکہ کے عین مطابق ہو چکی تھی کہ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْآنِ اِلَّا رَسْمُهٗ۔ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰی۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل الثالث صفحہ 38) لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا محض نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے، ان کی مساجد بظاہر تو آباد ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے پہلے مسلمان جس حالت خراب اور گمراہی میں مبتلا تھے اس میں قرآن اور حدیث کے مقام سے متعلق انتہائی حد تک افراط وتفریط سے کام لینا بھی شامل تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے مبعوث ہو کر اس پہلو کی بھی اصلاح فرمائی اور حَکَم بن کر قرآن و حدیث کا مقام سمجھایا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اوّل قرآن ہے۔ دوسرا ذریعہ ہدایت کا سنت ہے یعنی وہ پاک نمونے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل اور عمل سے دکھلائے مثلاً نماز پڑھ کے دکھلائی کہ یوں نماز چاہئے اور روزہ رکھ کر دکھلایا کہ یوں روزہ چاہئے اس کا نام سنت ہے یعنی روش نبوی جو خدا کے قول کو فعل کے رنگ میں دکھلاتے رہے سنت اِسی کا نام ہے۔ تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے جو آپ کے بعد آپ کے اقوال جمع کئے گئے۔ منہ“ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 حاشیہ صفحہ 26)

نیز حدیث کا مقام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں اور نیز بڑا فائدہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سنّت کی خادم ہے جن لوگوں کو ادب قرآن نہیں دیا گیا وہ اس موقعہ پر حدیث کو قاضی قرآن کہتے ہیں جیسا کہ یہودیوں نے اپنی حدیثوں کی نسبت کہا مگر ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سنّت قرار دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے قرآن خدا کا قول ہے اور سنّت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنّت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔......... اگرچہ اکثر حصہ اُس کا ظَن کے مرتبہ پر ہے مگر بشرط عدمِ تعارض قرآن وسنّت تمسک کے لائق ہے اور مؤیّد قرآن وسنّت ہے اور بہت سے اسلامی مسائل کا ذخیرہ اس کے اندر موجود ہے پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے............ احادیث کا قدر کرو اور اُن سے فائدہ اُٹھاؤ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور جب تک قرآن اور سنّت ان کی تکذیب نہ کرے تم بھی ان کی تکذیب نہ کرو بلکہ چاہئے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترک فعل۔ مگر اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو لیکن اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہے تو اس کی تطبیق کے لئے فکر کرو شائد وہ

تعارض تمہاری ہی غلطی ہو اور اگر کسی طرح وہ تعارض دور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پھینک دو کہ وہ رسول ﷺ کی طرف سے نہیں ہے اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہے مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کرلو کیونکہ قرآن اس کا مصدق ہے اور اگر کوئی ایسی حدیث ہے جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے اور تمہارے زمانہ میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے محدثوں اور راویوں کو مخطی اور کاذب خیال کرو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو ایسی حدیثیں صدہا ہیں جن میں پیشگوئیاں ہیں اور اکثر ان میں سے محدثین کے نزدیک مجروح یا موضوع یا ضعیف ہیں پس اگر کوئی حدیث اُن میں سے پوری ہو جائے اور تم یہ کہہ کر ٹال دو کہ ہم اس کو نہیں مانتے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے یا کوئی راوی اس کا متدیّن نہیں ہے تو اس صورت میں تمہاری خود بے ایمانی ہوگی کہ ایسی حدیث کو ردّ کر دو جس کا سچا ہونا خدا نے ظاہر کر دیا۔ خیال کرو کہ اگر ایسی حدیث ہزار ہو اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہو اور ہزار پیشگوئی اس کی سچی نکلے تو کیا تم ان حدیثوں کو ضعیف قرار دے کر اسلام کے ہزار ثبوت کو ضائع کر دو گے پس اس صورت میں تم اسلام کے دشمن ٹھہرو گے۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 61 تا 63)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حدیث کے مقام، اہمیت اور حجیّت پر بطور حکم عدل ایسے اصول بیان فرمائے کہ افراط و تفریط کا شکار اہلِ قرآن، اہل حدیث اور منکرین حدیث کے لئے منارۂ نور ثابت ہوئے۔ اس موضوع پر آپ کی 83 سے زائد کتب نیز اشتہارات، مکتوبات اور ملفوظات پر مشتمل ہزاروں صفحات ایک نئی کہکشاں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ آپ کی خدمات حدیث کا ایک بہت بڑا خزانہ ان احادیث کے تراجم و تشریحات پر مشتمل ہے جو آپ کی کتب و تحریرات میں جابجا پائی جاتی ہیں اور معارف حقائق و دقائق سے مملوء ہے۔ اس موضوع پر جامعہ کے طلباء و متخصّصین حدیث کے کئی تحقیقی مقالہ جات جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا ایک قیمتی اثاثہ ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سنی مسلک سے تعلق رکھنے والی مستند کتب سے احادیث کے سینکڑوں حوالے اپنی کتب میں درج کیے ہیں اور شیعہ مسلک کی کئی کتب احادیث کے حوالہ جات بھی حضرت اقدس کی تحریرات کا حصہ ہیں۔ آپؑ کی تحریرات و ملفوظات میں بعض ایسی احادیث کا بھی ذکر ہے جن کے حوالہ جات تک رسائی آج کی جدید سہولتوں کے باوجود ممکن نہیں ہوسکی۔ یہ آپ کے وسعتِ مطالعہ اور علم لدنّی کا ایک روشن نشان ہے۔ جماعت احمدیہ اور خدمت حدیث کا ایک روشن باب جو حیاتِ جاودانی کا مظہر ہے وہ خلفاء سلسلہ کی خدمات حدیث ہے جس کا دائرہ خلفاء کرام کی مبارک تحریرات خطبات، خطابات، مجالس سوال و جواب اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب پر مشتمل وہ علمی خزانہ ہے جو ہزاروں صفحات پر پھیلا ہوا اور بہت بڑی تعداد میں آڈیو اور ویڈیوز کی صورت میں محفوظ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خدمت حدیث

جماعت احمدیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خدمت حدیث اپنی ذات میں ایک پورا جہان ہے آپ کے علم حدیث کی وسعت گہرائی اور انفرادیت کا مقام بے نظیر و بے مثل ہے۔ تحصیل علم کے بعد جب آپ بھیرہ تشریف لائے تو باقاعدہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس وقت آپ مشکوٰۃ شریف پڑھایا کرتے تھے۔ اب آپ کی تدریس کا زمانہ شروع ہو چکا تھا اور تشنگانِ علم و حکمت آپ سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دَر پر آ کر دھونی رَمانے کے بعد جس قدر محنت اور توجہ آپ نے سلسلہ کے علماء تیار کرنے میں صرف کی وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب، حضرت میر محمد اسحاق صاحب، حضرت حافظ روشن علی صاحب، حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری، حضرت صوفی غلام محمد صاحب المعروف ماریشسی اور دیگر علماء جنہوں نے خلافتِ ثانیہ میں شاندار کارنامے سرانجام دیے، سب آپؓ ہی کے شاگرد تھے۔ صحیح بخاری کے درس و تدریس کا سلسلہ تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی شروع فرمادیا تھا اور اپنی وفات سے پہلے جو وصیت تحریر کروائی اس میں لکھا "قرآن وحدیث کا درس جاری رہے" آپؓ کو اس بات کا بھی بہت احساس تھا کہ صحیح بخاری کا ترجمہ اور ضروری مقامات کی تشریح جماعت کی طرف سے شائع ہو۔ ایک دفعہ صحیح بخاری کے درس کے دوران فرمایا:

"جو ترجمہ صحیح بخاری درس حدیث میں احباب کے سامنے ہوتا ہے وہ ترجمہ مولوی وحید الزمان کا ہے جو لاہور اور امرتسر میں چھپا ہے اس کا اشتہار اخبار بدر میں ہوتا ہے جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس کے سوائے اور کوئی ترجمہ بین السطور نہیں ہے۔ مولوی وحید الزمان سلسلہ کا سخت دشمن ہے اور اس نے جابجا اپنے حاشیہ میں خواہ مخواہ ہم کو گالیاں دی ہیں لیکن جب تک وہ وقت نہ آجائے کہ ہمارے ترجمے اور حاشیے چھپیں تب تک ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان لوگوں کی گالیوں سے ڈر کر بخاری کے ترجموں کو پڑھنا چھوڑ دیں۔ اصل بخاری اور اس کے ترجمہ میں تو کوئی دخل ہی کیا دے سکتا ہے باقی رہے حواشی سو خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ پر عمل کرنا چاہیے"۔

(بدر 7 اگست 1913ء درس حدیث صحیح بخاری صفحہ 6)

حضرت مصلح موعودؓ کی خدمات حدیث

حضرت مصلح موعودؓ کی 200 سے زائد کتب خطبات، خطابات، دروس، مجالس سوال و جواب، مخالفین کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے وہ درِ مکنون ہیں جن کی تخریج کر کے الگ کتب کی شکل میں شائع کرنا جماعت کے لیے بہت ہی قیمتی خزانے اور معارف کے دریا کو ایک مصفّٰی چشمہ کی صورت میں جاری کرنے کے مترادف ہوگا جو جماعت کے علمی حلقوں، اشاعت کے شعبوں اور متخصّصین حدیث کے لیے ایک بہت بڑے لائحہ عمل کو اختیار کرنے کا ایک

زندہ جاوید کام ہے۔ احادیث پر اعتراضات کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ کی بعض کتب بہت مفید علمی خزانہ ہیں مثلاً حق الیقین جو آپ نے ایک شیعہ صاحب کے احادیث پر اعتراضات کے رَدّ میں لکھی اس موضوع پر یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ آپؓ نے صحیح بخاری حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے درساً پڑھی۔ آپؓ کو اس ضرورت کا بہت احساس تھا کہ جماعت میں قرآن وحدیث کی تعلیم عام ہو اس مقصد کے لئے آپؓ نے خاص طور پر مندرجہ ذیل واقفین زندگی کا انتخاب کر کے قرآن وحدیث شریف کی خصوصی تعلیم حاصل کرنے کا ارشاد فرمایا:

محترم مولوی نورالحق صاحب (تفسیر)، محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب (فقہ)، محترم مولوی محمد صدیق صاحب (حدیث)، محترم مولوی محمد احمد صاحب جلیل (حدیث)، محترم مولوی محمد احمد صاحب ثاقب (فقہ)، محترم مولوی غلام باری صاحب سیف (حدیث)، محترم حکیم محمد اسماعیل صاحب (منطق وفلسفہ)، محترم حافظ بشیرالدین عبید اللہ صاحب (تفسیر)، محترم ملک مبارک احمد صاحب (منطق وفلسفہ)۔ ازاں بعد محترم مولوی خورشید احمد صاحب شاد بھی اس زمرہ میں شامل کر لیے گئے۔

مندرجہ بالا واقفین مئی 1947ء میں فارغ التحصیل ہوئے جس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 6 جون 1947ء کے خطبہ جمعہ میں یوں فرمایا:

”مجھے کئی سال سے یہ فکر تھا کہ جماعت کے پرانے علماء اب ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ جماعت کو یکدم مصیبت کا سامنا کرنا پڑے اور جماعت کا علمی معیار قائم نہ رہ سکے۔ چنانچہ اس کے لیے میں نے آج سے تین چار سال قبل نئے علماء کی تیاری شروع کر دی تھی۔ کچھ نوجوان تو میں نے مولوی صاحب (یعنی حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب۔ناقل) سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے مولوی صاحب کے ساتھ لگا دیئے اور کچھ باہر بھجوا دیئے تا کہ وہ دیوبند وغیرہ کے علماء سے ظاہری علوم سیکھ آئیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کی بات ہے کہ ان علماء کو واپس آئے صرف ایک ہفتہ ہوا ہے جب وہ واپس آ گئے تو مولوی صاحب فوت ہو گئے“۔

(تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ 117، 118)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو بھی بخاری کے ترجمہ وشرح کی بہت فکر تھی چنانچہ آپ نے 28 اکتوبر 1926ء کو صحیح بخاری کے ترجمہ وشرح کا کام حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہؓ کے سپرد فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؓ اس موقع کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آپؓ (خلیفۃ المسیح الثانی) نے افسوس بھرے لہجہ میں اور اس انداز سے مجھے مخاطب فرمایا کہ آپ چاہتے ہیں کہ میں بھی آپ کے قلبی احساس اور جذبات میں کسی طرح شریک ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ”بہت سے ضروری کام ہیں جو کرنے کے ہیں۔ مگر ان کی طرف توجہ نہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کے ترجمہ اور اس کی شرح کا کام بھی نہایت ضروری اور اہم ہے۔ اگر ہم نے نہ کیا تو ان لوگوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔ جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہنے کا موقع نہیں ملا اور جو آپ کے فیضان سے براہ راست مستفیض نہیں ہوئے۔ غیروں کے تراجم اور حواشی رہ جائیں گے اور پھر جو اَناپ شَناپ لکھا ہوا ہو گا اسی پر دارومدار ہو گا اور پھر بعد از وقت اعتراضوں کو دیکھ کر اِدھر اُدھر کے جوابوں کی سوجھے گی“۔ (دیباچہ صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ 47)

حضرت شاہ صاحبؓ مزید لکھتے ہیں:

”یہ مضمون تھا آپ کی اس درد بھری گفتگو کا، جس کی یاد اب بھی میرے دل کو ٹھیس لگاتی ہے۔... واضح الفاظ میں حکم دیا کہ میں فوراً صحیح بخاری کے ترجمہ کا کام شروع کر دوں اور اس کے بعد آپ نے اس بارہ میں اصولی ہدایات سے مجھے متمتّع فرمایا۔ آپ کے اصل مقصد کو سمجھ کر محض اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے میں نے یہ مبارک کام شروع کر دیا۔ پہلے تین چار سالوں میں ترجمے کا کام مکمل ہوا۔ (دیباچہ صحیح بخاری ترجمہ وتشریح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ رضی اللہ عنہ جلد 1 صفحہ 48)

خلافت ثالثہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے خطابات، خطبات، درس اور تحریرات اور متعدد مجالس سوال وجواب میں معارف حدیث کے بیان کے علاوہ جماعت میں علمائے حدیث ومتخصّصین حدیث تیار کیے گئے۔ خلافتِ رابعہ کا مبارک دور بھی خدمتِ حدیث میں حضورؒ کے خطابات، خطبات، درس اور اردو انگریزی زبانوں میں بہت بڑی تعداد میں آڈیو وویڈیوز پر مشتمل ایک بہت بڑا اور قیمتی خزانہ جماعت کے پاس ہے۔ نیز خلافتِ رابعہ میں بھی متعدد متخصّصین حدیث تیار کیے گئے اور خلافتِ خامسہ کے مبارک دَور میں بخاری کے ترجمہ وشرح کا جو کام عرصۂ دراز سے تعطّل کا شکار تھا، وہ نہ صرف منظّم صورت میں شروع ہوا بلکہ اس کی طباعت واشاعت کا بہت وسیع انتظام کیا گیا محترم سید عبدالحیٔ شاہ صاحب (مرحوم) ناظر اشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ لکھتے ہیں:

”حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے اپنی وفات 16 مئی 1967ء تک 19 پاروں کے ترجمہ اور شرح کا کام مکمل کر لیا تھا اور اگلے پاروں کا ترجمہ بھی مکمل کر لیا تھا۔ آپ کی وفات پر اس کی اشاعت حضرت مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کے سپرد ہوئی۔ 1983ء میں بعض حالات کی بناء پر ادارۃ المصنفین کو بند کرنا پڑا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بخاری کا یہ زیرِ تکمیل کام نظارت اشاعت کے سپرد فرمایا۔...نظارت اشاعت کی درخواست پر ناظر اعلیٰ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے 2002ء میں یہ سارا کام جناب شبیر احمد صاحب ثاقب صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ کے سپرد فرمایا۔ محترم ثاقب صاحب نے اپنے مستقل فرائض کی ادائیگی اور دیگر جماعتی مصروفیات کے ساتھ ساتھ نہایت شوق، اخلاص، محنت اور لگن سے صحیح بخاری کا یہ کام شروع کیا۔ کام کی وسعت کے پیشِ نظر حضور انور نے ازراہِ شفقت آپ کی معاونت کے لئے سید عطاء اللہ مجیب صاحب مربی سلسلہ متخصص فی الحدیث کو مقرر فرمایا۔ انہوں نے بھی محنت اور لگن سے اس کام میں معاونت کا حق ادا کر دیا ہے“۔

(پیش لفظ ترجمہ وتشریح صحیح بخاری حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صفحہ 6)

جوں جوں بخاری کا کام آگے بڑھتا گیا معاونین کی ضرورت بھی بڑھتی گئی چنانچہ تین مزید مربیان سلسلہ کی منظوری لی گئی مکرم جاوید اقبال یوسف صاحب، مکرم حافظ جاوید الرحمٰن صاحب اور مکرم فاتح احمد صاحب۔ بخاری کے ترجمہ وشرح کا کام نظارت اشاعت کے تحت ہو رہا ہے اس کی گیارہ جلدوں کی اشاعت ربوہ، قادیان اور لندن سے ہو چکی ہے اور جلد بارہ تا پندرہ اشاعت کے لئے تیار ہیں جبکہ سولہویں جو کہ آخری جلد ہے اس پر کام جاری ہے۔

محترم سید عبدالحیٔ شاہ صاحب خلافت خامسہ میں حدیث پر ہونے والے کاموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’حال ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے علم حدیث کی ترویج اور اشاعت کے لئے حضرت حاجی الحرمین حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے نام پر نور فاؤنڈیشن قائم فرمائی ہے جو صحاحِ ستّہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ نیز مسند احمد بن حنبل کا پہلے مرحلہ میں اردو میں ترجمہ کرے گی۔ (تاہم بخاری کا کام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے حسب سابق نظارت اشاعت ہی کرے گی) اور پھر ان کتب کا دنیا کی دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو گا۔ اس فاؤنڈیشن نے جناب سید میر محمود احمد صاحب ناصر پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کی سربراہی میں کام شروع کر دیا ہے‘‘۔ (پیش لفظ ترجمہ وتشریح صحیح بخاری حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صفحہ 7)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نور فاؤنڈیشن کا 12 افراد پر مشتمل ایک بورڈ مقرر فرمایا جس کے ممبران حسبِ ذیل ہیں:

1۔محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب (صدر)
2۔محترم حافظ مظفر احمد صاحب (سیکرٹری)
3۔محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب (ممبر)
4۔محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور (ممبر)
5۔محترم جمیل الرحمٰن رفیق صاحب (ممبر)
6۔محترم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈوکیٹ (ممبر)
7۔محترم سید محمود احمد شاہ صاحب (ممبر)
8۔محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب (ممبر)
9۔خاکسار شبیر احمد ثاقب (ممبر)

نیز تین ممبران قادیان سے مقرر فرمائے۔

10۔محترم مولانا منیر احمد خادم صاحب
11۔محترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب
12۔محترم زین الدین صاحب

نور فاؤنڈیشن کے تحت صحیح مسلم کا مکمل ترجمہ ربوہ اور قادیان سے شائع ہو چکا ہے جبکہ ابن ماجہ کی ایک جلد قادیان سے شائع ہو چکی ہے۔ شمائل النبی ﷺ کا ترجمہ بھی چھپ چکا ہے، ابو داؤد کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے جبکہ ترمذی و نسائی کے ترجمہ کا کام جاری ہے۔

خلافتِ خامسہ کے مبارک دور میں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں، خصوصی توجہ اور حسنِ انتظام سے حدیث پر بہت زیادہ کام ہو رہے ہیں۔

کتب حدیث کے تراجم کے علاوہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جملہ خطبات، خطابات، مجالس عرفان اور خصوصاً بدری صحابہ پر خطبات جمعہ کا بہت طویل اور ایمان افروز سلسلہ جو احادیث کی بہت بڑی تعداد پر مشتمل ہے ان احادیث کا ترجمہ و تشریح اور اچھوتے نکات علمِ حدیث و خدمتِ حدیث کا ایک جاری چشمہ ہے۔

جماعت کی طرف سے مختلف مواقع پر تعلیمی و تربیتی نقطۂ نظر سے منتخب احادیث پر مشتمل درج ذیل کتب مع اردو ترجمہ شائع کی گئیں۔

1۔چالیس جواہر پارے مرتبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ ایم اے
2۔پیارے رسول کی پیاری باتیں مرتبہ حضرت میر محمد اسماعیل رضی اللہ عنہ صاحب
3۔حدیقۃ الصالحین مرتبہ حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب۔
4۔حدیث الاخلاق مرتبہ مولانا غلام باری صاحب سیف
5۔چہل احادیث مرتبہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ
6۔منہاج السالکین مرتبہ مولانا محمد احمد صاحب جلیل۔

ان میں سے منہاج السالکین کا اردو ترجمہ وکالت تعلیم کے تحت خاکسار (شبیر احمد ثاقب) کو کرنے کی توفیق ملی ہے۔ علاوہ ازیں جماعت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خصوصی ہدایت پر 31 اہم موضوعات پر 93 منتخب احادیث کے دنیا بھر کی سو منتخب زبانوں میں تراجم شائع کیے گئے۔ ریاض الصالحین کا انگریزی ترجمہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے کیا اسی طرح آپؓ نے منتخب احادیث پر مشتمل انگریزی زبان میں تصنیف دی تھی جس کا عنوان Wisdom of the Holy Prophet ہے تھا جبکہ اردو ترجمہ نظارت اشاعت کے تحت ہو رہا ہے۔

اسی طرح جماعت میں معروف نہایت مفید اور ضخیم مجموعہ احادیث ’’حدیقۃ الصالحین‘‘ کا جرمن زبان میں بھی ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

آخر پر حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کے ان الفاظ میں اپنے مضمون کا اختتام کرتا ہوں جو آپ نے صحیح بخاری کی شرح شائع ہونے پر جلد اوّل کے دیباچہ میں صفحہ 49 پر تحریر فرمائے:

’’یہ اللہ تعالیٰ کے عجیب تصرفات میں سے ہے کہ وہ شہتیروں کا کام تنکوں سے لیتا ہے۔ یہی اس کی عادت روحانی سلسلوں میں قدیم سے چلی آرہی ہے تا دیکھنے والے دیکھیں کہ اس کی داغ بیل عاجز انسانوں کے ہاتھوں سے نہیں ڈالی گئی بلکہ ملائکۃ اللہ کے دستِ تصرف سے، جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے حامل ہو کر روحانی خلافت کے ساتھ براہ راست وابستگی پیدا کرتے ہیں۔ اس خلافت کی مشیت دراصل اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی ہے۔ لیکن دل کے اندھوں کو نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہ آنکھ دے جو حقیقت کی بینا ہو اور وہ دل دے جو شکر گزار ہو۔ (آمین)‘‘

اک سے ہزار ہو ویں

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے خاکسار اور اہلیہ محترمہ فارعہ صادق صاحبہ کو مؤرخہ 31 اگست 2021ء کو دو بیٹیوں کے بعد پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نو مولود کا نام ’طاہر احمد‘ عطا فرمایا ہے اور وقفِ نَو کی بابرکت تحریک میں شمولیت کی منظوری بھی عطا فرمائی ہے۔ نو مولود مکرم منصور احمد صاحب مرحوم کا پوتا اور مکرم محمد صادق صاحب آف ناصر آباد غربی ربوہ کا نواسہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نو مولود کو خادمِ دین اور جماعت کے لئے مفید وجود بنائے، والدین کے لئے قرۃ العین اور دنیا و آخرت کی حسنات سے نوازے، آمین۔

(محسن علی احمد۔ صدر جماعت Waldshut)

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

گفتہ اُو گفتہ اللہ بود

(مکرم محمد فاتح ناصر صاحب۔ مربی سلسلہ و استاد جامعہ احمدیہ جرمنی)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامل اور غیر متبدل اصول شریعت قرآن مجید کی صورت میں عطا فرمائے۔ یہ ایک ایسا کامل ضابطہ حیات ہے جسے رسولِ کامل ﷺ لے کر آئے۔ جنہوں نے اخلاق اور روحانیت کے ہر پہلو کو معراج پر پہنچایا اور اقوال خداوندی کی اپنے قول و فعل سے تشریح کر کے تمام دنیا کے لیے اسوہ حسنہ قرار پائے۔ یہ سنّت الٰہی ہے کہ ہمیشہ فرمودات خداوندی کے شارح انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبین یعنی خلفاء کرام ہی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمودات خداوندی کی طرح فرمودات انبیاء و خلفاء کرام بھی استناد میں وہی اعلیٰ و ارفع مقام رکھتے ہیں کہ جن کی اطاعت بھی ہر مومن پر فرض ہوا کرتی ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق تو خود خداوند کریم نے گواہی دی کہ

وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی (النجم 5-4)

یعنی یہ رسول اس عظمت کا رسول ہے کہ اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں کرتا بلکہ یہ تو محض ایک وحی ہے جو اُتاری جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث کو وحی غیر متلو بھی کہا جاتا ہے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس آیہ کریمہ کی روشنی میں رسول اکرم ﷺ کی احادیث کی اہمیت اور بلند شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آنحضرت ﷺ کی نسبت صحابہ کا بلاشبہ یہ اعتقاد تھا کہ آنجناب کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں گو وہ وحی مجمل ہو یا مفصل۔ خفی ہو یا جلی۔ بیّن ہو یا مُشتبہ یہاں تک کہ جو کچھ آنحضرت صلعم کے خاص معاملات و مکالمات خلوت اور سرّ میں بیویوں سے تھے یا جس قدر اکل اور شرب اور لباس کے متعلق اور معاشرت کی ضروریات میں روزمرہ کے خانگی امور تھے سب اسی خیال سے احادیث میں داخل کئے گئے کہ وہ تمام کام اور کلام روح القدس کی روشنی سے ہیں چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے اور امام احمد بچند وسائط عبد اللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ نے کہا کہ مَیں جو کچھ آنحضرت ﷺ سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا تا مَیں اُس کو حفظ کرلوں۔ پس بعض نے مجھ کو منع کیا کہ ایسا مت کر کیونکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں کبھی غضب سے بھی کلام کرتے ہیں تو مَیں یہ بات سن کر لکھنے سے دستکش ہو گیا اور اس بات کا رسول اللہ صلعم کے پاس ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اُس ذات کی مجھ کو قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو مجھ سے صادر ہوتا ہے خواہ قول ہو یا فعل وہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔“

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 112 و 113)

جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو عملاً بھی یہی حقیقت ہر طرف پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ آنحضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ایک دو نہیں، سینکڑوں ہزاروں باتیں ایسی ہیں کہ لفظ لفظ پوری ہوئیں۔ ان باتوں کا تعلق روزمرہ کی عمومی زندگی سے بھی ہے اور مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات سے بھی، ایمانیات سے بھی اور عملیات سے بھی، حضور ﷺ کے اِرشادات میں روحانیت و تصوف کے مسائل بھی ہیں تو علم طب کی باتیں بھی ہیں جو ہو بہو پوری ہوتی رہیں اور ما ینطق عن الھویٰ کی ابدی حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کرتی رہیں۔ زیر نظر مضمون میں ایسی ہی بے شمار باتوں میں سے صرف چند ایک بطور مشتے از خروارے پیش خدمت ہیں، انہیں پڑھیں اور اپنا ایمان تازہ کریں۔

فارس کی کنجیاں، شام کے سرخ محلات، مدائن کے قصر

غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ایک سخت چٹان ٹوٹ نہ سکی تو حضور ﷺ کی خدمت میں صورت حال عرض کی گئی۔ اس پر آپ ﷺ تشریف لائے اور تین ضربیں لگائیں ہر ضرب پر چٹان سے روشنی پھوٹتی رہی اور آپ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے رہے بالآخر چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی اور آپ ﷺ نے فرمایا:

تَمَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدۡقًا وَّعَدۡلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ وَہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

بعد میں صحابہ کے استفسار پر بتایا کہ پہلی بار کدال مارنے کے بعد اللہ اکبر کہا تو مجھے ملک شام کی کُنجیاں عطا کی گئی ہیں، خدا کی قسم میں شام کے سرخ محلات اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری مرتبہ کدال مارنے کے بعد اللہ اکبر کہا تو فارس کی کُنجیاں مجھے عطا

ہوئیں خدا کی قسم مدائن کے قصر ابیض کو اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ تیسری بار کدال مارنے کے بعد اللہ اکبر کے نعرہ کے ساتھ یمن کی کنجیاں عطا ہوئیں، خدا کی قسم صنعاء کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل امین نے مجھے خبر دی کہ میری امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔

(سنن نسائی کتاب الجہاد باب غزوۃ الترک والحبشہ)

تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے کہ بظاہر ناممکن نظر آنے والے یہ واقعات اور اللہ کے نبی ﷺ کی یہ پیشن گوئیاں کیسے ہو بہو پوری ہوئیں۔ کس طرح فاقہ کش مسلمان جنہیں اپنی جانوں کے لالے پڑے ہوئے تھے، دیکھتے دیکھتے وہ ان تمام علاقوں کے مالک بن گئے اور میرے آقا ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ الفاظ کس شان سے پورے ہوئے۔

آج کے بعد

حضرت سلیمان بن صرد روایت کرتے ہیں کہ غزوہ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کے بعد قریش ہم پر حملہ آور نہیں ہوں گے بلکہ ہم ہی ان پر غالب ہوں گے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق)

حضرت رسول اکرم ﷺ کی اس پیشگوئی کے بھی عین مطابق جنگ خندق کے بعد مکہ کے قریش کو کبھی ایسی جرات نہیں ہوئی کہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوں یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا۔

قالین ہمارے گھر کہاں؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ میرے گھر تشریف لائے اور دریافت کیا کہ کیا قالین ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ قالین ہمارے گھر کہاں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں عنقریب تم قالینوں اور عمدہ فرشوں پر بیٹھو گے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی زندگی میں وہ دن بھی دیکھے جب ہم قالینوں پر بیٹھے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

اور یوں سیدنا و مولانا رسول اکرم ﷺ کی یہ پیشگوئی بھی آپ کے صحابہ کی زندگی میں ہی پوری ہوگئی۔

اکیلی عورت کا بے خوف و خطر سفر

عدی بن حاتمؓ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک صاحب آئے اور آنحضرت ﷺ سے فقر و فاقہ کی شکایت کی، پھر دوسرے صاحب آئے اور راستوں کی بدامنی کی شکایت کی، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عدی! تم نے مقام حیرہ دیکھا ہے؟ (جو کوفہ کے پاس ایک بستی ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا تو نہیں، البتہ اس کا نام میں نے سنا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری زندگی کچھ اور لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ہودج میں ایک عورت اکیلی حیرہ سے سفر کرے گی اور (مکہ پہنچ کر) کعبہ کا طواف کرے گی اور اللہ کے سوا اسے کسی کا بھی خوف نہ ہو گا۔ میں نے (حیرت سے) اپنے دل میں کہا، پھر قبیلہ طے کے ان ڈاکوؤں کا کیا ہو گا جنہوں نے شہروں کو تباہ کر دیا ہے اور فساد کی آگ سلگا رکھی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر تم کچھ اور دنوں تک زندہ رہے تو کسریٰ کے خزانے (تم پر) کھولے جائیں گے۔ میں (حیرت میں) بول پڑا کسریٰ بن ہرمز (ایران کا بادشاہ) آپ نے فرمایا: ہاں کسریٰ بن ہرمز! اور اگر تم کچھ دنوں تک اور زندہ رہے تو یہ بھی دیکھو گے کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں سونا چاندی بھر کر نکلے گا، اسے کسی ایسے آدمی کی تلاش ہو گی (جو اس کی زکوٰۃ) قبول کر لے لیکن اسے کوئی ایسا آدمی نہیں ملے گا جو اسے قبول کر لے، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا جو دن مقرر ہے اس وقت تم میں سے ہر کوئی اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ درمیان میں کوئی ترجمان نہ ہو گا۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ہودج میں بیٹھی ہوئی ایک اکیلی عورت کو تو خود دیکھ لیا کہ حیرہ سے سفر کے لیے نکلی اور (مکہ پہنچ کر) اس نے کعبہ کا طواف کیا اور اسے اللہ کے سوا اور کسی سے (ڈاکو وغیرہ کا (راستے میں) خوف نہیں تھا اور مجاہدین کی اس جماعت میں تو میں خود شریک تھا جس نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کئے۔ اور اگر تم لوگ کچھ دنوں اور زندہ رہے تو وہ بھی دیکھ لو گے جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں (زکوٰۃ کا سونا چاندی) بھر کر نکلے گا (لیکن اسے لینے والا کوئی نہیں ملے گا)۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

ہندوستان میں اسلام

صحیحین میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے ہندوستان میں اسلام کے داخل اور غالب ہونے کی خوشخبری سنائی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے بچائے گا ایک وہ جو غزوۃ الہند میں شریک ہو گا اور دوسرا وہ جو مسیح موعود (علیہ السلام) کے ساتھ ہو گا۔

(سنن نسائی کتاب الجہاد باب غزوۃ الھند)

اس پیشگوئی کا پہلا حصہ تو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں محمد بن قاسم کے ذریعہ پورا ہوا جس نے سندھ کے علاقہ سے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور دوسرے حصہ کا تعلق اس گروہ سے تھا جو مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہو گا۔ اور اس سے مراد جماعت احمدیہ کے وہ روحانی افراد ہیں جنہیں مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام کی قیادت میں دین کی خاطر ہر طرح کی قربانیوں کی توفیق مل رہی ہے، الحمد للہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول اللہ ﷺ اُمّ حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور وہیں سو گئے۔ کچھ دیر بعد آپ ﷺ بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے، اُمّ حرام کہتی ہیں: میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ کو کیا چیز ہنسا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے سامنے میری امت کے کچھ مجاہدین پیش کئے گئے، وہ اس سمندر کے سینہ پر سوار تھے، تختوں پر بیٹھے ہوئے بادشاہ لگتے تھے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! دعاء کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے، آپ نے فرمایا: تم سمندر میں پہلے جہاد کرنے والے لوگوں میں سے ہو۔ (جامع ترمذی ابواب فضائل الجہاد)

یہ بشارت بھی بعینہ پوری ہوئی جب حضرت امیرمعاویہ کے زمانہ میں شام میں پہلی مرتبہ بحری بیڑا تیار کرکے بحری جہاد کیا گیا۔ اسی پہلے سفر میں حضرت ام حرام بھی شامل ہوئیں اور کشتی سے نکلتے وقت گرکر وفات پاگئیں۔ اس طرح سے برسوں پہلے آقائے نامدار ﷺ کی دی ہوئی خبر پوری ہوئی۔

بیت المقدس اسلام کا پہلا قبلہ ہے اور اس کی تولیت (انتظام،انصرام واہتمام) امت محمدیہ کا حق ہے۔ حضور ﷺ نے اس کی تولیت کی بشارت دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ بشارت بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پوری ہوئی جب کہ بیت المقدس فتح ہوا اور بیت المقدس کی تولیت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی۔جن انتہائی بے سروسامانی کے حالات میں مخبر صادق ﷺ نے یہ پیشگوئی بیان فرمائی اگر کوئی غیر جانبداری سے غور کرے تو اسے ایک دیوانے کی بڑ سے ہی تشبیہ دے گا کیونکہ کہاں عرب کے بے یار و مددگار اور بے سروسامان مسلمان اور کہاں اس دور کی سپر پاورز۔ مگر تاریخِ عالم نے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا حیرت انگیز نظارہ دیکھا اور یوں یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر ایک مزید گواہ بن گئی۔(صحیح بخاری کتاب الجزیہ باب)

حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی مکہ معظّمہ گئے اور حج کے بعد وہاں اس قدر سخت بیمار پڑ گئے کہ زندگی کی امید نہ رہی۔ آنحضرت ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو ان کا اضطراب دیکھ کر ان کو تسلی دی اور ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا کہ اگر خدا نے چاہا تو ابھی نہیں مرو گے اور تمہیں عظیم درجہ ملے گا بہت سارے لوگوں کو تم سے فائدہ پہنچے گا اور بہت سوں کو نقصان پہنچے گا۔حضرت رسول اکرم ﷺ کی اسی بشارت کے تحت حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایک لمبی عمر پائی اور اسلامی فوج کا سپہ سالار بن کر کسریٰ کا تاج وتخت حاصل کیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت فائدہ جبکہ مجوسیوں کو نقصان پہنچا۔

(صحیح مسلم کتاب الفرائض باب میراث الولد من امہ وابیہ)

مسلمانوں کی حالتِ زار

آخری زمانہ میں مسلمانوں کی حالت زار کی خبر دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب قومیں تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالے پر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ اس لیے ہے کہ اس زمانے میں ہم مسلمانوں کی تعداد کم ہو جائے گی۔فرمایا: نہیں! تمہاری تعداد ان دنوں زیادہ ہو گی لیکن تم ایسے ہو جاؤ گے جیسے سیلاب کی سطح پر خس وخاشاک ہوتے ہیں کہ سیلاب ان کو بہالے جائے گا اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب دور کر دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔ کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کمزوری کیا ہو گی؟ فرمایا دنیا اور فوائد دنیا کی محبت اور موت کا بزدلانہ خوف۔(سنن ابو داؤد کتاب الملاحم)

آج تمام دنیا کی اقوام و مذاہب مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے متحد ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور اس کی وجہ بھی حدیث کے مطابق مسلمانوں کی اپنی ہی کمزوری یعنی دنیا اور فوائد دنیا کی محبت اور موت کا بزدلانہ خوف ہے۔

میدان بدر میں سرداران مکہ کا قتل

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے شدید ترین مخالف مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر صحن کعبہ میں سات شدید مخالفین ابوجہل، عتبہ بن شیبہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط (ساتویں فرد کا نام انہیں یاد نہیں رہا) کے نام لے کر ان کی ہلاکت کے متعلق بد دعا کی۔ اور راوی اللہ کی قسم اٹھا کر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سب کی لاشوں کو حضرت رسول اکرم ﷺ کے اسی ہلاکت کے فرمان کے مطابق بدر کے کنویں میں پڑا ہوا دیکھا۔ اور یوں رسول اکرم ﷺ کے ایک اور فرمان کی صداقت کے صحابہ گواہ ہو کر صداقت محمدی پر مُہر تصدیق ثبت کر گئے۔

(صحیح بخاری کتاب الوضو)

ایک خفیہ خط کی خبر

فتح مکہ سے پہلے جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مکہ میں موجود اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کی خاطر کفار مکہ پر احسان کرتے ہوئے انہیں سارہ نامی ایک خاتون کے ہاتھ خفیہ خط بھجوایا جس میں مکہ پر حملہ کی اطلاع تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم ﷺ کو خبر دے دی اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کی سرکردگی میں کچھ صحابہ کو بھجوایا جو جا کر یہ خفیہ خط اس عورت کے انکار کرنے کے باوجود بازیاب کروایا جبکہ اس خفیہ خط کی موجودگی سے ان دو اشخاص کے سوا کوئی تیسرا گواہ نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہی اس بات کی خبر غیب سے رسول اکرم ﷺ کو عطا فرمائی۔ اور یوں یہ عظیم الشان واقعہ بھی صحابہ رضوان اللہ علیھم کے ازدیاد ایمان کا موجب بنا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی)

اِن کے علاوہ بھی بے شمار اخبارغیبیہ اور پیشگوئیاں کتب سیرت و احادیث میں موجود ہیں جو حرف بحرف پوری ہو چکی ہیں۔ تاہم اس مضمون کا مقصد اور مدعا رسول اکرم ﷺ کی بلندترین شان مبارک کا اس پہلو سے اظہار کرنا ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ اور حرف دراصل خدا تعالیٰ کے الہام و وحی سے ہی ہے جس پر ایمان لانا اور پھر عمل کرنا ہمارے لیے فرض ہے اور اسی طرح وہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ نیابت رسول ﷺ میں امت محمدیہ کی باگ ڈور بصورت خلیفہ تھمائے تو ان کا بھی خدا تعالیٰ سے براہ راست تعلق ہونے کی وجہ سے یہی مقام ہے کہ ہم ان کے بھی تمام تر فرمودات کو اللہ کی راہنمائی سمجھتے ہوئے قبول کریں اور پھر اس پر عمل بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام اہل اللہ کی تمام تر ہدایات پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رپورتاژ

ایک ناظر کے قلم سے

54واں جلسہ سالانہ برطانیہ 2021ء

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ برطانیہ کا 54 واں جلسہ سالانہ جسے گذشتہ چار دھائیوں سے مرکزی جلسہ سالانہ کی حیثیت حاصل ہے، ماہ اگست 2021ء کی 6 سے 8 تاریخ تک کورونا وباء کے خوفناک سایہ کے باوجود اپنے روایتی انداز میں منعقد ہوا۔ جلسہ سے ایک روز قبل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حدیقۃ المہدی میں رہائش پذیر ہوئے اور معمول کے مطابق انتظامات کا معائنہ فرمایا۔ جمعۃ المبارک کے روز خطبہ جمعہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ گاہ میں ارشاد فرمایا۔ اس موقع پر ہزاروں احباب جماعت نے ایک عرصہ کے بعد اپنے پیارے آقا کا براہ راست دیدار کیا۔ اسی روز بوقت سہ پہر جلسہ کے پہلے اجلاس سے قبل لوائے احمدیت لہرانے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کرائی۔ بعد ازاں افتتاحی اجلاس کے لئے کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے تو احباب جماعت کا جوش وجذبہ دیکھنے کے لائق تھا، یوں لگتا جیسے جذبات کا سیلاب آ گیا ہو۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآنِ کریم سے ہوا پھر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اردو اور فارسی منظوم کلام پیش کیا گیا جس کے بعد حضور انور نے افتتاحی خطاب میں سامعین اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے لاکھوں سامعین کو جلسہ کے اغراض ومقاصد کی طرف توجہ دلائی اور نیکی اور تقویٰ کے میدانوں میں اپنے معیار بلند سے بلندتر کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اس ضمن میں اپنی ذاتی رنجشیں ترک کرنے اور پرسکون وپُرامن زندگیاں گزارنے کی نصیحت فرمائی۔ دعا کے بعد اجلاس برخواست ہوا۔ دوپہر کے وقت توسب مہمانوں کے لئے کھانا ضیافت کے ٹینٹ میں ہی تناول کرنے کا انتظام تھا تاہم شام کے لئے کھانے کے ڈبے پہلے سے تیار کئے گئے تھے جو تمام مہمانوں کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے۔ یاد رہے کہ امسال مہمانوں کے لئے جلسہ گاہ میں رات رہنے کی سہولت نہ تھی۔ علاوہ ازیں شاملین کی تعداد محدود ہونے کے باعث ہر مہمان کو صرف ایک روز کے لئے جلسہ میں شمولیت کی اجازت دی گئی تھی جس کے نتیجہ میں محض پانچ ہزار کی اجازت کے باوجود کل حاضری نو ہزار کے قریب رہی۔

ہفتہ کے روز ٹھیک دس بجے صبح محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن وافسر جلسہ گاہ مائیک پر تشریف لائے اور جلسہ کے دوسرے اجلاس کے آغاز کا اعلان کرتے ہوئے محترم بلال ایٹکنسن صاحب کو کرسیِ صدارت پر آنے اور کارروائی شروع کرانے کی دعوت دی۔ اس اجلاس میں تین تقاریر ہوئیں۔ دو اردو زبان میں محترم مولانا محمد طاہر ندیم صاحب مبلغ سلسلہ عربی ڈیسک لندن، مولانا نصیر احمد قمر صاحب ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن اور ایک انگریزی میں محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے فرزند مکرم احمد سلام صاحب سیکرٹری صنعت وتجارت یوکے نے کی۔ تقاریر سن کر لطف آ گیا، سبھی نے اپنے اپنے عنوان کا حق ادا کیا۔ پھر حسب روایت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ گاہ مستورات میں تشریف لے جاکر خطاب فرمایا۔

باقی صفحہ 37 پر

شعبہ تبلیغ جرمنی کے زیرانتظام

ترکش ریڈیو کا قیام

(رپورٹ: حافظ فرید احمد صاحب نیشنل سیکرٹری تبلیغ جرمنی)

جماعت احمدیہ جرمنی کے شعبہ تبلیغ کے زیرانتظام ترکش ڈیسک اور احمدی تکنیکی ماہرین کی مشترکہ کاوشوں سے ترکی زبان میں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کے لئے ایک نئے ریڈیو کا قیام ہوا ہے، جس کا افتتاح حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد مبارک اسلام آباد، ٹلفورڈ میں 27/ اگست 2021ء کو نمازِجمعہ کے بعد فرمایا، الحمدللہ۔ حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نشریات کے آغاز کے لئے بٹن دبایا تو مکرم فیروز عالم صاحب مربی سلسلہ کی آواز میں تلاوتِ قرآنِ کریم سنائی دینے لگی جسے حضور نے سماعت فرمایا۔ تلاوت قرآن کے بعد اس کا ترکی ترجمہ نشر ہوا۔ پھر حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کی کامیابی کے لئے دعا کروائی۔ اس سے قبل اس ریڈیو کا تعارف کرواتے ہوئے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

”جمعہ کے بعد میں ایک ٹرکش انٹرنیٹ ریڈیو کا افتتاح کروں گا۔ اس ریڈیو چینل کا نام Islam Ahmediyetin Sesi یعنی ”صدائے اسلام احمدیت“ ہے جو الحمدللہ اب 24 گھنٹے کی نشریات کے لیے تیار ہے۔ یہ ریڈیو دنیا بھر میں Tablets، Smartphones اور Laptops وغیرہ پر ایک لنک کے ذریعہ سنا جاسکے گا۔ چار گھنٹے پر مشتمل ایک package کو چھ دفعہ دن میں repeat کیا جائے گا۔ اس package میں ایک گھنٹہ تلاوت مع ترکی ترجمہ، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، کلام الامام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، ترکی زبان میں میرے خطبات کا ترجمہ نیز مجلس سوال و جواب بھی ایک نشر ہوا کرے گی۔ دنیا کے بیس سے زائد ممالک اس سے تبلیغی میدان میں بھی اور تربیتی مقاصد کے لیے بھی استفادہ کرسکیں گے۔ مثلاً آذربائیجان ہے، جارجیا ہے، کئی سابقہ روسی ریاستیں ہیں جہاں ترکی زبان بولی جاتی ہے۔ اسی طرح ملک ترکی اور وہ سبھی یورپی ممالک جن میں ترک آباد ہیں ان نشریات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس ریڈیو کی تیاری کی توفیق شعبہ تبلیغ جرمنی کو ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزا دے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس کو بابرکت فرمائے۔“ آمین۔

حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال رواں کے آغاز میں اس ریڈیو کے اجراء کی منظوری عطا فرمائی تھی۔ حضورِاقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی برکت سے یہ ریڈیو چند ماہ میں قائم ہوگیا، الحمدللہ۔ اس منصوبہ پر محترم محمد احمد راشد صاحب (مبلغ سلسلہ و انچارج ترکی ڈیسک جرمنی) اور مکرم تملیذ احمد صاحب (مربی سلسلہ حال ترکی) کے علاوہ شعبہ تبلیغ جرمنی کے تکنیکی معاونین و ماہرین مکرم قمر محمود صاحب اور مکرم عطاء الوحید صاحب نے خدمت کرنے کی توفیق پائی۔

فجزاہم اللہ احسن الجزاء

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے مفید بنائے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن یعنی تکمیل اشاعتِ ہدایت میں نمایاں کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اُذْكُرُوا مَوْتَاكُمْ بِالْخَيْرِ

سادہ مزاج اور بے حد مخلص دوست

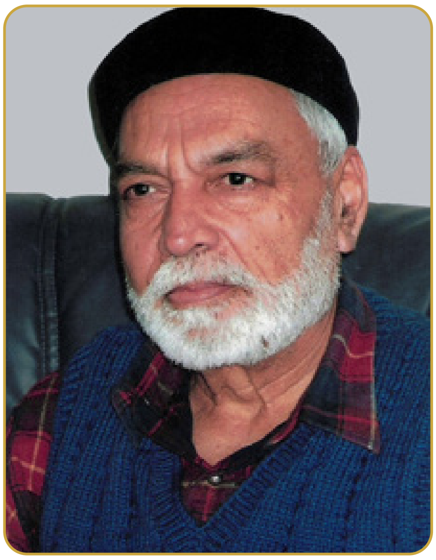

مکرم لطف الرحمٰن شاکر صاحب مرحوم

(مکرمہ حلیمہ نزہت صاحبہ اہلیہ مکرم لطف الرحمٰن شاکر صاحب مرحوم)

خاکسار کے شوہر مکرم لطف الرحمٰن صاحب شاکر جو ربوہ میں لُطفی صاحب کے نام سے معروف تھے، کی وفات (مؤرخہ 27 اپریل 2011ء) پر دس سال گزر گئے ہیں مگر مرحوم کی باغ و بہار شخصیت کی خوشگوار یادیں اب بھی دل و دماغ میں تر و تازہ ہیں۔

مرحوم سلسلہ کے قدیمی خادم مکرم مولوی عبدالرحمٰن انور صاحب مرحوم کے بیٹے اور حضرت محمد عبداللہ بوتالوی صاحب ؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے تھے۔ ستمبر 1948ء میں جب ربوہ شہر کی بنیاد رکھی گئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم پر ربوہ کے چاروں کونوں پر حضرت مسیح موعود کے جن چار صحابہ کرام نے بکرے بطور صدقہ ذبح کئے، ان میں ایک صحابی حضرت عبداللہ بوتالوی صاحبؓ بھی تھے۔ مرحوم کے والد محترم انور صاحب مرحوم کو حضرت المصلح موعودؓ کے ساتھ 18 سال اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ دو سال تک بطور پرائیویٹ سیکرٹری خدمت کا عظیم موقع اور توفیق و سعادت نصیب ہوئی، الحمدللہ علیٰ ذالک۔ علاوہ ازیں جب تحریک جدید کا اجرا ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مکرم انور صاحب مرحوم کو تحریکِ جدید کا انچارج مقرر فرمایا تھا۔

مکرم لُطفی صاحب کی والدہ محترمہ نظیر بیگم صاحبہ کو بھی محض خدا کے فضل و احسان سے بہت سی خدمات کی توفیق عطا ہوئی۔ خواتین کی خلیفہ وقت سے ملاقات کروانے کی ڈیوٹی ایک عرصہ تک آپ کے سپرد رہی جسے نہایت احسن طریقہ پر نبھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بیرون ملک دورے پر تشریف لے جاتے تو حضرت منصورہ بیگم صاحبہؒ آپ کو ہی گھر کی چابیاں دے کر جاتیں چنانچہ آپ بعد میں گھر کا خیال رکھتیں۔ مرحومہ بہت خدا ترس، نیک، متقی اور غریب پرور تھیں۔ حضرت اُمِ ناصرؓ نے آپ کو اپنی بہن بنایا ہوا تھا۔

مکرم لُطفی صاحب 21 جون 1931ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ چار بہنیں اور چھ بھائی تھے۔ 1985ء میں آپ کے ایک بھائی مکرم انعام الرحمٰن صاحب انور کو خدا کی راہ میں جان قربان کر کے سکھر میں شہادت کی سعادت نصیب ہوئی۔ لُطفی صاحب میرے ماموں زاد تھے اور آپ کی میرے ساتھ شادی 1954ء میں ہوئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ہمارا نکاح پڑھایا تھا اور از راہِ شفقت دعوتِ ولیمہ میں بھی شرکت فرما کر برکت عطا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ دونوں بیٹے فضل الرحمٰن انور اور رفیق الرحمٰن انور جرمنی میں مقیم ہیں اور کسی نہ کسی رنگ میں جماعتی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ جبکہ دونوں بیٹیاں ہبۃ الرحمٰن اہلیہ مکرم نصیر الحق صاحب اور صبغہ عدنان اہلیہ مکرم طاہر عدنان صاحب لندن میں مقیم ہیں، الحمدللہ۔

جب ملک تقسیم ہوا تو اس وقت لُطفی صاحب کی عمر 16 سال تھی، ہجرت کر کے لاہور آ گئے اور کالج میں داخلہ لیا اور ساتھ ہی زندگی بھی وقف کر دی۔ جون 1948ء میں فرقان فورس میں شامل ہو کر کشمیر میں ملک و قوم کے دفاع کی تین ماہ تک توفیق ملی۔ آپ فرقان فورس کے سب سے کم عمر سپاہی تھے۔ آپ کی خدمات کے صلے میں آپ کو میڈل بھی ملا جو ابھی تک ہمارے پاس محفوظ ہے۔ تقسیم ملک اور دفاعی خدمات کی وجہ سے پڑھائی میں تعطّل آ گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے خود بلا کر فرمایا کہ یا تو دفتر میں بطور کلرک کام کرو یا ہسپتال میں کام شروع کر دو۔ چنانچہ آپ نے ہسپتال میں کام شروع کر دیا اور لمبے عرصہ تک بڑی کامیابی کے ساتھ یہ خدمت نبھائی حالانکہ کبھی اس میدان میں کام کیا تھا اور نہ ہی اس کام سے کوئی واقفیت تھی۔ اُس وقت حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ اس کے انچارج تھے۔ انہوں نے خود سارا کام لُطفی صاحب کو سکھایا۔ ہسپتال میں لُطفی صاحب کے علاوہ تین اور بھی نوجوان تھے جو کام سیکھ رہے تھے۔ چاروں نے مل کر کمپوڈر کا کورس شروع کیا اور جھنگ جا کر امتحان دیا اور کامیاب ہوئے۔ جس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر لُطفی صاحب لیبارٹری کا کورس کرنے کے لئے میو ہسپتال لاہور گئے اور دو سال میں ٹریننگ مکمل کر کے واپس آ گئے۔ 1957ء میں فضل عمر ہسپتال کی نئی عمارت تعمیر ہو گئی اور ہسپتال وہاں منتقل ہو گیا۔ جب حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب مرحوم فضل عمر ہسپتال کے انچارج مقرر ہوئے تو لُطفی صاحب کے لئے سعادت کا نیا باب کھل گیا۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کی طبی خدمت پر مقرر ہو گئے۔ آپ کو بعض ایسی خدمات کی توفیق ملی جس کے بارہ میں کہا جا سکتا ہے کہ ”ایں سعادت بزور بازو نیست“ ان خدمات میں حضرت مصلح موعودؓ کا بلڈ ٹیسٹ کرنا اور آپ

کو انجیکشن لگانا شامل تھیں۔ علاوہ ازیں جب حضرت اماں جانؓ بیمار تھیں تو بھی آپ کو طبی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔حضرت مصلح موعودؓ جب گرمیوں میں نخلہ تشریف لے جاتے تو لُطفی صاحب کو بھی طبی عملہ میں شامل ہونے کے مواقع نصیب ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات سے ایک ہفتہ قبل لُطفی صاحب حضرت ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کے حکم پر کچھ عرصہ کے لئے قصر خلافت میں ہی منتقل ہوگئے تھے۔حضرت مصلح موعودؓ کو جو آخری انجیکشن دیا گیا وہ بھی لُطفی صاحب نے ہی لگایا تھا اور بوقت وفات بھی وہاں موجود تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ بھی لُطفی صاحب کا بہت محبت اور اخلاص کا تعلق تھا اور حضورؒ بھی آپ پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ہسپتال ڈیوٹی پر جانے سے پہلے روزانہ صبح حضورؒ کا بلڈ پریشر چیک کرتے اور بعض اوقات اخبار کی جلی خبریں بھی پڑھ کر سناتے۔ حضرت نواب منصورہ بیگم صاحبہ آپ کو خود چائے بنا کر دیتیں اور کبھی کبھی لُطفی صاحب کو پان بھی عطا فرماتی تھیں۔ حضورؒ کے پاکستان کے دوروں میں اکثر ہم سفر ہوتے۔ کئی بار حضورؒ کی کار میں ہمراہی کا موقع بھی ملا۔ایک بار حضورؒ نے اپنی ذاتی بندوق بھی شکار کی غرض سے لُطفی صاحب کو تحفۃً عطا فرمائی۔

لُطفی صاحب کو 1980ء کے دورۂ مغرب میں حضورؒ کے قافلہ میں شامل ہونے کی سعادت بھی عطا ہوئی۔جس کو لُطفی صاحب نے خود اپنے قلم سے اپنی ڈائری میں یوں تحریر فرمایا کہ ”سفر یورپ میں مجھ ناچیز کو بھی حضورؒ نے قافلہ میں شامل ہونے کا شرف بخشا۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔حضورؒ کا یہ احسان مجھ پر اور میرے خاندان پر ہمیشہ قائم رہے گا۔ میں تو ایک نکما سا بندہ ہوں۔ نہ ڈاکٹر نہ کوئی اور خاص شعبہ۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور حضورؒ کی ذرہ نوازی کہ ان کی نظر کرم مجھ پر پڑی۔ مجھے اس تقرر کا پہلے تو یقین ہی نہیں آیا پھر آہستہ آہستہ تیاریاں شروع ہوگئیں اور مجھے ہدایات ملنے لگیں۔ جون 1980ء سے اکتوبر 1980ء تک چار ماہ کا لمبا ساتھ تھا۔ تین برّاعظموں کے تیرہ ممالک میں جانے کا موقع ملا۔ ہر جگہ حضورؒ کا اپنے

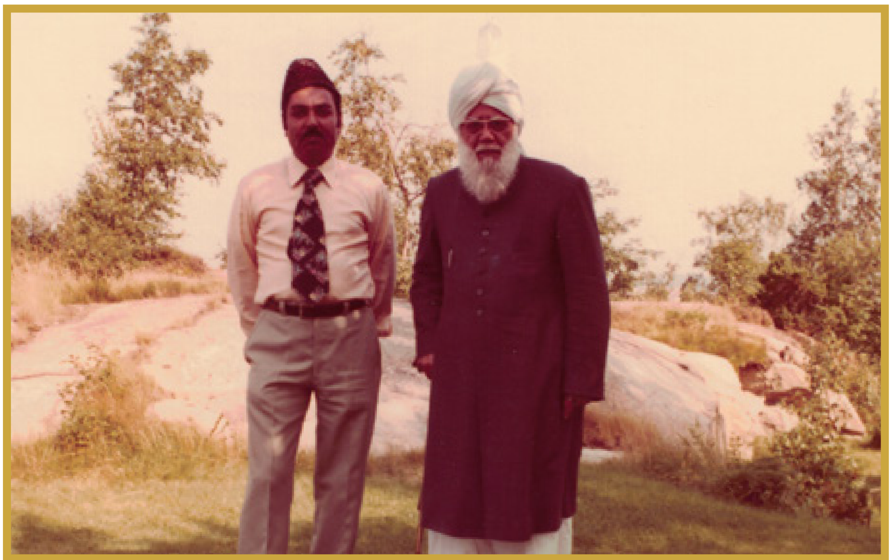

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ گوٹن برگ مشن سویڈن میں ایک یادگار تصویر (29 جولائی 1980ء)

خادموں پر شفقت اور مہربانی کا سلوک نظر آیا“۔ لُطفی صاحب اس بات پر بہت خوشی اور فخر کا اظہار کیا کرتے تھے کہ حضورؒ اس دورہ کے دوران مجھ سے خوش رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی آخری بیماری میں بھی آپ اسلام آباد حضورؒ کی خدمت میں موجود تھے اور ہر طرح سے خدمت کی توفیق پائی۔ حضورؒ کی وفات کے بعد اُسی ایمبولینس میں بیٹھ کر ربوہ تک سفر کیا جس میں حضورؒ کا جسد اطہر رکھا ہوا تھا۔

لُطفی صاحب نہایت ہی ہنس مکھ اور باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے اور اپنی خوش مزاجی اور بذلہ سنجی کی وجہ سے ربوہ کی ہردلعزیز شخصیت تھے۔ لُطفی صاحب شکار کے شوقین تھے اور اکثر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے ساتھ شکار پر جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ لُطفی صاحب بیمار تھے تو ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے فرمایا کہ آجاؤ میں دوا بھی دوں گا اور تمہارے لئے کھچڑی بھی پکا کر ساتھ لے کر جاؤں گا۔ جب شکار پر پابندی ہوتی تو ان دنوں مچھلیاں پکڑنے کا پروگرام بنا لیتے۔ تیراکی کا بہت شوق تھا اور بڑے ماہر تیراک تھے۔ سیلاب کے دنوں میں کئی لوگوں کی جان بچانے کا بھی موقع ملا۔ جب ربوہ میں سوئمنگ پول بنا تو آپ بھی نگران ٹیم کے ممبر تھے۔ 1974ء کے حالات میں حفاظتی ڈیوٹی دینے کی توفیق بھی ملی۔ رات کو پورے ربوہ کا موٹر سائیکل پر چکر لگاتے اور خدام کی ڈیوٹیاں چیک کرتے۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے حفاظتی موٹر سائیکل گروپ میں بھی ڈیوٹی دینے کی سعادت ملی۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ربوہ سے ہجرت فرمائی۔ اس رات قصر خلافت کی چھت پر مکرم لُطفی صاحب کو اکیلے ڈیوٹی دینے کی توفیق بھی ملی، الحمدللہ۔

جون 1991ء میں 41 سالہ عرصہ خدمت کے بعد آپ فضل عمر ہسپتال ربوہ سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کی ریٹائرمنٹ کے موقع پر ایک پُروقار الوداعی تقریب منعقد ہوئی جس میں آپ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔

اگلے ماہ جولائی 1991ء میں ہم دونوں میاں بیوی جرمنی آ کر مقیم ہوگئے۔ آغاز میں ہم شلیسوگ میں رہائش پذیر رہے۔ چار سال وہاں قیام کے بعد گروس گیراؤ منتقل ہوگئے۔ گروس گیراؤ میں بھی لُطفی صاحب جماعتی خدمت کی توفیق پاتے رہے اور کچھ عرصہ صدر جماعت بھی رہے۔ چند سال بعد بیمار ہوگئے اور بیماری بڑھتی گئی۔ جو آخر کار وصال الٰہی پر منتج ہوئی۔ اور آپ مولائے حقیقی سے جا ملے، اناللہ و انا الیہ راجعون۔

آپ خدا کے فضل سے موصی بھی تھے اور آٹھویں حصہ کی وصیت تھی۔ مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن جو کہ لُطفی صاحب کے پھوپھی زاد ہیں، اُنہوں نے ناصر باغ گروس گیراؤ میں نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں میت کو تدفین کے لیے ربوہ بھجوایا گیا جہاں بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔ تدفین

سے قبل حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور دعا بھی کروائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت 29 اپریل 2011ء کو مرحوم کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور اس سے خطبہ جمعہ میں قبل دیگر مرحومین کے ساتھ لُطفی صاحب کا بھی نہایت محبت سے ذکرِ خیر فرماتے ہوئے فرمایا:

''ایک جنازہ ہمارے مکرم لُطف الرحمن صاحب شاکر کا ہے۔ اِن کی ایک طویل علالت کے بعد 27/اپریل کو وفات ہوئی ہے۔ تقریباً اَسّی سال کی عمر تھی۔ یہ مولانا عبدالرحمن انور صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے ہوئے ہیں بلکہ تحریکِ جدید کے ابتدائی ممبران میں سے تھے۔ اُن کے بڑے بیٹے تھے۔ یہ خود واقفِ زندگی تھے اور فضلِ عمر ہسپتال میں ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کے ساتھ ڈسپنسر کے طور پر کام کرتے تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ساتھ ان کو افریقہ اور یورپ کے سفر کا بھی موقع ملا۔ اِن کا خلافت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق تھا۔ ربوہ کے لوگوں کی خدمت کرنے والے تھے۔ حضرت امّاں جان حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ، سب کی خدمت کا ان کو موقع ملا۔ بلکہ جو ٹیکے لگاتے تھے اُن کی سرنجیں یا سوئیاں بھی، حضرت امّاں جان کی، حضرت خلیفہ ثانی کی، حضرت خلیفہ ثالث کی سنبھال کر رکھی ہوئی تھیں۔ ان کو بہرحال انہوں نے ایک تبرک سمجھ کر رکھا تھا۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے فضلِ عمر ہسپتال اور گائنی کا وِنگ اور ہارٹ انسٹیٹیوٹ دونوں کی طبّی سہولتوں میں بہت ساری وسعت پیدا ہو چکی ہے۔ ربوہ میں ابتدائی طور پر اُس وقت صرف ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ہوتے تھے اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کے بیٹے ڈاکٹر محمد احمد صاحب ہوتے تھے۔ اور جو لیبارٹری تھی وہ ساری لُطف الرحمن صاحب شاکر ہی چلایا کرتے تھے۔ اور اس کے علاوہ جب بھی ضرورت پڑے، لوگ گھروں میں بلا لیا کرتے تھے۔ جو بھی طبی سہولت تھی فوری طور پر خوش اخلاقی سے مہیا کیا کرتے تھے۔ تو یہ جو ربوہ کے فضلِ عمر ہسپتال کے ابتدائی کارکنان ہیں اُن میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ اِن کے بھی درجات بلند فرمائے۔ آپ کی اہلیہ حضرت خان صاحب قاضی محمد رشید خان صاحب کی بیٹی ہیں۔ مرحوم موصی تھے۔ آجکل جرمنی میں تھے۔ ان کے بچے بھی جرمنی میں ہیں اور شاید ربوہ ان کے جنازہ کے لئے لے جائیں گے۔ بہرحال ان سب مرحومین کے میں جنازہ غائب ابھی پڑھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ اِن سب کے درجات بلند فرمائے اور آئندہ نسلوں میں بھی سب کا احمدیت اور خلافت سے وفا کا تعلق رہے''۔

دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے، آمین۔

بقیہ: جلسہ سالانہ برطانیہ از صفحہ 33

خطاب کیا تھا، فی زمانہ ہمارے معاشرہ کو درپیش مسائل کا بلند خیالی اور مضبوط کردار کے ساتھ بھرپور مقابلہ کرنے کے لئے ایک جامع اور مؤثر دستور العمل تھا۔ اسے بھی جلسہ کی دیگر کارروائی کی طرح نہ صرف مردانہ جلسہ گاہ میں سنا گیا بلکہ دنیا بھر میں جلسہ کے آن لائن ناظرین نے بھی براہ راست دیکھا اور سنا۔

سہ پہر کے وقت جلسہ کے تیسرے اجلاس میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حسب روایت ایک طویل خطاب میں دوران سال جماعت احمدیہ پر موسلا دھار بارش کی طرح ہونے والے افضال الٰہی کا ایمان افروز اور روح پرور تذکرہ فرمایا۔ یہ بھی اس خطاب کی تاریخ کا حصہ ہے کہ ہر سال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جتنا مواد لے کر تشریف لاتے ہیں، اس میں سے بمشکل تیسرا حصہ ہی پیش کیا جانا ممکن ہوتا ہے۔ حضور انور نے جماعت کی ترقیات اور فتوحات کا یہ خاکہ پیش کرنے کے بعد مخالفین کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ اقتباس پڑھ کر سنایا جس میں حضور علیہ السلام نے ان پر یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ تم جتنا چاہے زور لگالو، اس سلسلہ کو ناکام نہیں کر سکتے کیونکہ اسے خدا نے خود اپنے ہاتھ سے قائم فرمایا ہے۔

جلسہ کے آخری روز بھی ٹھیک دس بجے صبح چوتھے اجلاس کا آغاز ہوا جس میں مکرم عبد القدوس عارف صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ، محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب مبلغ انچارج برطانیہ، محترم مولانا عبد الماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن اور محترم رفیق حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے تقاریر کیں اور سامعین کے قلب و روح کو گرمایا۔ ان تقاریر کے بعد دنیا بھر کے احمدیوں کو ایک نہایت بابرکت تقریب یعنی عالمی بیعت کا انتظار ہوتا ہے مگر امسال وبائی حالات اور احتیاطی تدابیر کے پیشِ نظر اسے ملتوی کرنا پڑا۔ تاہم اس کی کسی قدر تشنگی ایم ٹی اے کی برکت سے دور ہوگئی اور وہ اس طرح کہ کیمرے کی آنکھ نے گزشتہ برسوں کے جو ایمان افروز مناظر محفوظ کئے ہوئے تھے، ان پر مشتمل ایک دستاویزی فلم اس وقت دکھائی گئی۔

ہمارے جلسہ کی یہ بھی روایت ہے کہ اختتامی اجلاس سے قبل سماجی اور سیاسی رہنماؤں کو اپنے تاثرات بیان کرنے کا موقع دیا جاتا ہے اور یہ مہمان جلسہ گاہ میں تشریف لاکر حاضرین سے مخاطب ہوا کرتے ہیں لیکن امسال ایسے تمام رہنماؤں نے اپنے اپنے پیغامات ریکارڈ کر کے بھجوائے تھے جنہیں اس موقع پر محترم امیر صاحب یوکے کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں سنوایا اور دکھایا گیا۔ اس موقع پر جرمنی کے ایک ممبر آف پارلیمنٹ جناب Heinrich Frank جن کا تعلق جرمنی کی سیاسی پارٹی CDU سے ہے، کا تہنیتی وڈیو پیغام بھی دکھایا گیا۔ پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تشریف آوری پر اختتامی اجلاس کا آغاز ہوا۔ حضور انور نے گزشتہ جلسوں کے اپنے خطابات کے تسلسل میں اسلامی تعلیم میں بیان کئے گئے مختلف طبقات کے حقوق پر روشنی ڈالتے ہوئے دوستوں، یتیموں، دشمنوں اور بیماروں کے حقوق بڑی تفصیل سے بیان فرمائے۔ حضور کا یہ خطاب ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہا۔ اس دوران دنیا بھر میں لاکھوں احباب جماعت نے اسے بڑی دلجمعی سے سنا اور اس سے فیض اٹھایا، اس طرح سے اپنی نوعیت کا یہ منفرد تاریخی جلسہ سالانہ دعا کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا، الحمدللہ۔

امسال جلسہ میں مخصوص حالات کی وجہ سے صرف برطانیہ کے احمدیوں کو شامل ہونے کی اجازت تھی اور وہ بھی محدود۔ تاہم دیگر ممالک کی بعض جماعتوں کے امرائے جماعت کو بھی نمائندگی کے لئے مدعو کیا گیا تھا جن میں جماعت جرمنی کو یہ خصوصی اعزاز بھی نصیب ہوا کہ محترم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت جرمنی نے اس جلسہ میں شمولیت کی سعادت پائی۔

45 واں جلسہ سالانہ جرمنی 2021ء

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ ایک سال کے وقفہ کے بعد جماعت احمدیہ جرمنی کا 45 واں جلسہ سالانہ مؤرخہ 08 اور 09 اکتوبر 2021ء کو Mannheim کے Maimarktgelände میں منعقد ہوگا، ان شاءاللہ العزیز۔ اس سے قبل یکم اور دو اکتوبر کو اس جلسہ کے انعقاد کا اعلان ہوا تھا۔ کورونا وبا کی صورتِ حال کے پیشِ نظر یہ جلسہ حکومت کی طرف سے دی گئی ہدایات کی روشنی میں جملہ احتیاطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہوگا۔ جن میں صفائی، فاصلہ کی پابندی اور ماسک پہننے کے علاوہ شاملین کی محدود تعداد (صرف پانچ ہزار) پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔ یہ جلسہ سالانہ صرف جماعت احمدیہ جرمنی کے افراد کے لیے ہے۔ دیگر ممالک میں سے افراد جماعت کو اس جلسہ پر شمولیت کی اجازت نہیں ہوگی۔ نیز غیر از جماعت مہمانان کو جلسہ سالانہ کی دعوت نہیں دی جائے گی۔ جسم کا درجہ حرارت داخلہ کے وقت چیک کیا جائے گا۔ صرف 15 سال یا اس سے زائد عمر کے احباب شامل ہو سکتے ہیں۔ شاملین جلسہ کو جلسہ گاہ میں رات قیام کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ شاملین کو جلسہ گاہ میں داخلہ کے وقت درج ذیل چیزیں دکھانی ہوں گی:

1۔ جماعتی شناختی کارڈ۔ 2۔ ذاتی اجازت نامہ۔ 3۔ Impf pass یا صحت یابی کی سند یا کورونا منفی ٹیسٹ (جو 24 گھنٹے سے پرانا نہ ہو)۔

شاملین کی تعداد ہر روز پانچ ہزار پر محدود ہوگی۔ اڑھائی ہزار مرد حضرات۔ ڈیڑھ ہزار خواتین۔ ایک ہزار کارکنان (سات سو مرد اور تین سو خواتین) ہر جماعت سے شامل ہونے والے احباب کا انتخاب قرعہ اندازی سے ہوگا۔

درج ذیل عہدیداران جلسہ سالانہ میں ایک روز کے لئے شامل ہوں گے:

نیشنل مجلس عاملہ جماعت۔ نیشنل مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ۔ نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ۔ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماءاللہ۔ مربیان سلسلہ۔ نیشنل عہدیداران۔ صدران جماعت۔ لوکل امراء۔ صدران حلقہ جات۔ ریجنل امراء۔ قائدین مجالس۔ ریجنل قائدین۔ زعماء انصار اللہ۔ زعماء علاقہ۔ لوکل صدرات لجنہ۔ ریجنل صدرات لجنہ۔

جلسہ کے دنوں میں شاملین کے لیے ناشتہ کا انتظام نہیں ہوگا۔ دوپہر کا کھانا تمام شاملین کے لیے ضیافت کے پنڈال میں پیش کیا جائے گا جبکہ شام کا کھانا ٹفن میں دیا جائے گا۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں جرمنی بھر کی بڑی مساجد اور نماز سینٹرز میں جلسہ سالانہ کی کارروائی دیکھنے کا انتظام کیا جائے گا۔ یہ ناظرین و سامعین بھی بطور مہمانان جلسہ سالانہ شمار ہوں گے اور ان کے لیے بھی ضیافت کا انتظام ہوگا۔

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جلسہ کا جو موقع پیدا فرمایا ہے، اس سے ہم بھرپور رنگ میں استفادہ کرنے والے ہوں، ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب ہو اور ہر کسی کو ہر قسم کے شر سے محفوظ و مامون رکھے، آمین۔ (محمد الیاس مجوکہ۔ افسر جلسہ سالانہ جرمنی)

عناوین تقاریر۔ جلسہ سالانہ 2021 جرمنی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ہر تقریر کو سنیں۔ یہ نہ دیکھیں کہ مقرر اچھا ہے، اس کی تقریر سننی ہے کس کی نہیں سننی۔ ہر تقریر جلسہ میں بیٹھ کے سننی چاہیے اور پورے اخلاص اور توجہ سے سننی چاہیے اور یہ اخلاص تبھی حاصل ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی رضا کی تڑپ ہے۔ اور جب یہ تڑپ ہوگی تو یہی وہ حالت ہے جب ہماری حالتیں سنور سکتی ہیں۔ ہماری نسلوں کو بھی سنوار سکتی ہیں اور ان کو صحیح رستوں پر ڈال سکتی ہیں“۔ (الفضل انٹرنیشنل 27 اگست 2021ء صفحہ 8)

جماعت احمدیہ جرمنی کے 45 ویں جلسہ سالانہ 2021ء کے موقع پر مندرجہ ذیل علمائے سلسلہ کی تقاریر ہوں گی۔

ان شاءاللہ العزیز

مقرر	زبان	عنوان
مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب	جرمن	اسلام۔ نسل پرستی کے اس دور میں مساواتِ انسانی کا منشور
مکرم صداقت احمد صاحب	اردو	عفو و درگزر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں
مکرم شمشاد احمد قمر صاحب	اردو	خلافت سے محبت اصلاح نفس کا ذریعہ
مکرم مبارک احمد تنویر صاحب	اردو	اسلام میں خدا کا تصور۔ انسان پر اس کی قدرتوں کے ظہور کے آئینہ میں
مکرم محمد فاتح احمد ناصر صاحب	اردو	اسلام میں حیات بعد الموت کا تصور
مکرم احمد کمال صاحب	جرمن	ایک احمدی مسلم کی پہچان اور اس کا تشخص
مکرم افتخار احمد صاحب	جرمن	اسلام کا عالمی نظام نو
مکرم طارق ہیوبش صاحب	جرمن	خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ جلسہ گاہ میں ہوں یا گھروں پر ان تقاریر سے مستفیض ہو کر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے وارث بنیں۔ (صداقت احمد، افسر جلسہ گاہ)

(تحریر: مدبّر خان آسان)

”پیاسی زمیں پہ اَبر سا بَرسا کرے کوئی“

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے اکتالیسویں سالانہ اجتماع 2021ء کی ایمان افروز روداد

امسال مجلس خدام الاحمدیہ کے دو روزہ اجتماع کا مرکزومحور اور غرض وغایت خدام کی اپنے آقا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات تھی۔ ان میں سے ایک ملاقات اسکول میں پڑھنے والے خدام اور دوسری ملاقات یونی ورسٹیز میں تعلیم حاصل کرنے والے خدام کے ساتھ ہوئی۔ پہلے روز یعنی 21 اگست 2021ء کی ملاقات سے گویا اجتماع کا افتتاح ہوا جبکہ اگلے روز کی ملاقات، یعنی 22 اگست 2021ء سے اجتماع کا اختتام۔ ان دو منازل کے درمیان مقابلے اور دیگر سرگرمیاں مکمل کی گئیں ۔ اور یہ خوبیٔ قسمت ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کی انتظامیہ اپنی سرگرمیوں کو ان چند گھنٹوں میں جو ان دو ملاقاتوں کے درمیان میسر تھے مکمل کرنے میں کامیاب ہوئی، الحمدللہ۔

اجتماع کی خبر اجتماع کے انعقاد سے صرف دَس دن قبل دی گئی۔ ان دس دنوں میں انتظامی امور جو مکمل کیے گئے سو کیے گئے، اس سے بڑھ کر خدام کی آمادگی، تیاری اور اجتماع میں بھرپور شمولیت متاثر کُن ہے۔ کئی خدام دُور دراز کا سفر کرکے اجتماع پر پہنچے اور اپنے اپنے ریجنز کی نمائندگی کو انہوں نے یقینی بنایا۔ شرکت میں احتیاطی تدابیر کا خاص اہتمام تھا۔ شاملین کو پہلے سے اپنی شمولیت کا آن لائن اندراج کروانا تھا۔ جن خدام کو ویکسین لگ چکی تھی یا جو کورونا سے صحت یاب ہوچکے تھے ان کی بڑی تعداد شامل ہوسکتی تھی۔ البتہ جو خدام ان دونوں معیاروں پر پورے نہیں اُترتے تھے اُن کی صرف محدود تعداد شامل ہوسکتی تھی۔ اس سلسلہ میں اجتماع کی رجسٹریشن ٹیم نے ”پہلے آیئے پہلے پایئے“ کے اصول کے تحت مقررہ تعداد کو ای میلز کے ذریعے مطلع کیا۔ ہاں، اس بات کا ضرور خیال رکھا گیا کہ اُن خدام کو ترجیح دی جائے جو حضور انور سے ملاقات میں شمولیت کے حق دار ہیں، یعنی یونیورسٹی یا اسکول کے طلبہ۔ اس کے علاوہ ماسک کا پہننا لازمی تھا اور مصافحے پر مکمل پابندی تھی۔ اسی طرح ڈیڑھ میٹر کے فاصلے کی بھی سختی سے پابندی کی گئی جس کا اہتمام نمازوں کے لئے صفیں بناتے ہوئے بھی کیا گیا اور کھیل کے میدان میں ٹیموں کی تصاویر اتارتے ہوئے بھی۔

اجتماع کے ڈیڑھ دو دن میں جتنے خدام سے ملاقات ہوئی، سب کے چہروں پر ایسی خوشی اور رونق تھی، جو کسی کھوئی ہوئی چیز کے مل جانے پر ہوتی ہے۔ بہت سے دوستوں، ساتھیوں اور جاننے والوں سے ملاقات اسی اجتماع کی بدولت ہوئی۔ گوکہ بازار میں سارے اسٹالز تو نہیں لگائے گئے تاہم ٹھنڈے مشروبات اور خدام شاپ پر ٹوپیاں، جیکٹس، ٹریک سوٹ وغیرہ دستیاب تھے۔ چائے کورونا کی پابندیوں کی نذر ہوگئی۔ غالب ”خادم“ ہوتے اور اجتماع پر آتے تو کہتے ؎

”پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے
پیالی گر نہیں دیتا نہ دے سو چائے تو دے“

کھیلوں کے مقابلے میں ریجنز نے شرکت کی۔ یہاں اُن ریجنز کو یقیناً فائدہ پہنچا جو دورانِ سال مل کر

کھیلتے رہے کیونکہ دس دن میں تیاری اور ٹریننگ کا وقت بہت محدود تھا۔ فٹ بال، والی بال، کرکٹ، اور چند انفرادی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ خدام کی شمولیت اور ان کے جذبے کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ہفتہ اور اتوار دونوں دن کھیلوں کا آغاز 8 بجے صبح ہو جاتا رہا اور تمام کھلاڑی وقت پر پہنچ کر اپنے اپنے ریجنز کی خوب نمائندگی کرتے رہے۔ کھیلوں کے دوران شائقین کا جوش وخروش بھی دیدنی تھا۔ فائنل مقابلوں میں جرمن اور پنجابی کمنٹری نے بھی خوب ماحول سجایا اور ہلکے پھلکے مزاح سے محظوظ کیا۔ امسال چونکہ لوکل یا ریجنل اجتماع منعقد نہیں کیے گئے اس لیے علمی مقابلہ جات میں یہ دقّت رہی کہ کن خدام کو مقابلہ جات میں حصہ لینے دیا جائے۔ اس کا حل شعبے نے یہ نکالا کہ ان مقابلوں کے ابتدائی مراحل کے لئے خدام سے دو دن پہلے تک اپنی ویڈیو ریکارڈنگز بھجوانے کا تقاضا کیا اور اس طرح ایسے مقابلوں میں معیار پر اُترنے والے پندرہ پندرہ خدام نے حصہ لیا۔ خدام کے علمی مقابلہ جات بہت خوش اسلوبی سے مقام اجتماع کے مختلف حصوں میں منعقد ہوتے رہے۔ کچھ خدام یہاں سے وہاں بھاگتے ہوئے بھی دیکھے گئے۔ دراصل یہ وہ ہرفن مولا خدام تھے جو ایک سے زائد مقابلوں میں معیار پر اُترے تھے۔ سو یہاں تلاوت کی، وہاں نظم پڑھی اور تُرنت تقریر کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

اجتماع گاہ میں بنائے گئے اسٹیج کے علاوہ گزشتہ سالوں کی طرح اس دفعہ بھی ایک چھوٹا اسٹیج بنایا گیا جو اجتماع گاہ کے عقب میں واقع میدان میں تھا۔ اسی میدان میں دوسرے اسٹال بھی لگائے گئے تھے۔ اور یہ میدان ہفتے کی شام باربی کیو کے لیے کھلے دسترخوان کے طور پر بھی کام آیا۔ اسی چھوٹے اسٹیج پر ہفتے کو چار بجے سے پروگرامز کا آغاز ہوا۔ جس میں سب سے پہلے مکرم نیشنل امیر صاحب جرمنی نے انٹرویو کی شکل میں گفتگو فرمائی اور کورونا وَبا کے دوران ہونے والی جماعتی سرگرمیوں، جلسہ سالانہ یوکے، عنقریب ہونے والے جلسہ سالانہ جرمنی، خاندان، عبادت، اجتماعات اور ورزش جیسے مختلف النوع موضوعات کو چھیڑا۔ پھر ایک اہم پروگرام کے لیے مکرم سفیر احمد نجم صاحب (ایڈیشنل مہتمم تربیت برائے رشتہ ناطہ) نے مکرم مبارک احمد تنویر صاحب (نیشنل سیکرٹری رشتہ ناطہ و مربیٔ سلسلہ) کے ساتھ گفتگو کی جنہوں نے اس شعبے کی تاریخ اور اس کی موجودہ صورتِ حال پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ کس طرح یہ شعبہ افرادِ جماعت کی مدد کر رہا ہے۔ اس کے بعد مکرم صداقت احمد صاحب (مبلغ انچارج جماعت احمدیہ جرمنی) کی خدمت میں مکرم سفیر احمد نجم صاحب نے خدام کے کچھ سوالات رکھے۔ یہ سوالات دورانِ سال خدام سے منگوائے گئے تھے اور شادی بیاہ اور میاں بیوی کی زندگیوں اور ان کے مسائل سے متعلق تھے۔ مکرم صداقت احمد صاحب نے بہت تفصیل اور عمدگی سے سمجھانے والے انداز میں ان سوالات کا جواب دیا۔ اس کے بعد اسی اسٹیج پر مربیان سلسلہ مکرم محمد الیاس منیر صاحب اور مکرم جری اللہ خان صاحب نے بیعت اور اس سے پیدا ہونے والی پاک تبدیلیوں کا احوال صحابہؓ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ مسیح موعودؑ کی زندگیوں کے چیدہ چیدہ واقعات کی روشنی میں بیان فرمایا جس سے ایک سماں سا بندھ گیا۔

بعدازاں اسی اسٹیج پر جب گویا شام کی ہوا آہستہ آہستہ چلنا شروع ہوئی اور سورج کچھ زوال کی طرف مائل ہوا تو تلاوت اور نظم کا فائنل مقابلہ ہوا جس میں پانچ پانچ خدام نے حصہ لیا۔ جب باربی کیو کی خوشبو میدان میں پھیلنے لگی اور پہلی پہلی سیخیں گرم ہونا شروع ہوئیں تو اسٹیج پر ایک خاص چیستان (Quiz) مقابلے کا آغاز کیا گیا جس میں تمام خدام براہِ راست آن لائن شامل ہو سکتے تھے اور خدام نے اس سہولت کا بھرپور استعمال کیا۔ تقریباً 18 سوالات کے بعد زیادہ نمبرز حاصل کرنے والے خدام کے درمیان فائنل کھیلا گیا۔ جس میں سوال و جواب کے ساتھ ساتھ کچھ جسمانی کھیل بھی شامل کیے گئے تھے۔ اس قدرے طویل مقابلے نے خدام کی توجہ اپنی طرف کھینچے رکھی مگر اس کے ساتھ ساتھ تکّے اور سیخ کباب بھی تقسیم ہونا شروع ہوگئے۔ تمام شاملین دائروں میں بیٹھ کر اس ضیافت سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ یہ تو رہا مختصر احوال اجتماع کی سرگرمیوں کا۔ اب باقی احوال ان دو ملاقاتوں کا عرض ہے جن کی بنیاد پر اجتماع منعقد ہوا جو اس اجتماع کا ماحصل ہے۔

دراصل اجتماع کے انعقاد کی تقریب اس طرح سے ہوئی کہ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ملاقاتوں کی درخواست کی جسے حضورِ انور نے ازراہِ شفقت منظور فرمایا تو ساتھ ہی اس بات کی بھی اجازت دے دی کہ انہی ملاقاتوں کے ساتھ ایک دو روزہ اجتماع کا بھی انعقاد کرلیا جائے۔ گویا اس بہارِ فیض کو عام کر دیا جائے۔ چنانچہ پروگرام طے ہوا تو اس کے

مطابق ہفتے کے روز وہ خدام جو ابھی اسکول میں پڑھ رہے تھے ان پر حضور کی خاص نظرِ شفقت پڑنی تھی، سو وہ صبح سے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے اور MTA کی ٹیم جو تیاری کرتی رہی اس کا حصہ بنتے رہے۔ اسٹیج پر ایک بڑی LED اسکرین کا انتظام کیا گیا تھا جس کے ذریعہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اجتماع میں جلوہ افروز ہونا تھا۔ یاد رہے کہ یہ اجتماع کھلے میدان میں ہو رہا تھا اور چھت یا پنڈال وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس لیے ایسی اسکرین کا اہتمام کیا گیا جس پر دن میں بھی تصویر صاف دکھائی دیتی ہے اور گو سورج کی روشنی بھی اس پر پڑے تو رنگ خراب نہیں ہوتے۔ تیاری کے دوران خدام اپنی صفوں میں سیدھی قطار میں بٹھائے گئے۔ جن خدام نے سوالات کرنے تھے انہیں مائک کے قریب بٹھایا گیا۔ جب تیاری مکمل ہوئی تو ایک گھنٹے کے اندر اندر ساڑھے بارہ بجے افتتاحی اجلاس کا انعقاد ہوا جس کی نیشنل امیر صاحب جرمنی نے صدارت فرمائی۔ اور تلاوت، عہد اور نظم کے بعد خدام سے خطاب فرمایا۔ صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے اجتماع کے پروگرام کا تعارف پیش کیا اور ضروری انتظامی امور کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد سبھی خدام ایک بابرکت اور تاریخی ملاقات کے لیے صف بستہ بیٹھ گئے۔ لبوں پر استغفار اور درود کا ورد رہا۔

کچھ ہی دیر میں السلام علیکم کے الفاظ میں پیارے امام کی دلنشین آواز سنائی دی۔ تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر حضور کے سلام کا جواب پیش کیا۔ حضور کے ارشاد کے مطابق پروگرام کا تلاوت سے آغاز کیا گیا۔ جب تلاوت اور اس کا ترجمہ پیش کیا جا چکا تو حضور نے استفسار فرمایا کہ کیا نظم نہیں رکھی۔ تو صدر صاحب نے عرض کی کہ رکھی تو نہیں تاہم یقیناً خدام حضور کے سامنے نظم فی البدیہ پڑھیں گے۔ حضور نے اجازت عطا فرمائی تو عزیزم میر اسامہ نسیم کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس ملاقات میں ”حمد و ثناء اُسی کو“ کے دو اشعار پیش کیے۔ جس پر حضور نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ یہ اشعار اس موقع کے لیے کیا ہی خوب تھے۔

اسکولز کے طلبہ کو جو خدام کی عمر میں تھے کئی دل چسپ سوالات کرنے کا موقع ملا جن پر حضور کبھی تبسم فرماتے رہے۔ اور ازراہِ شفقت محبت سے ان کے جوابات بھی دیتے رہے۔ ان سوال و جواب کی تفصیل تو مختلف ذرائع سے آپ تک پہنچتی رہے گی۔ مگر وہ کیفیت بہت عجیب تھی۔ یقین نہیں آتا تھا کہ حضور اس مواصلاتی ملاقات کے ذریعے ہم سب کو دیکھ رہے ہیں اور گویا اس اجتماع میں جلوہ افروز ہیں۔ اور یہ سعادت اور برکت ہمارے حصے میں آ رہی ہے۔

مطلع صاف تھا اور دھوپ بہت شدید تھی، گرمی کی شدت ملاقات سے پہلے تو محسوس ہوتی رہی لیکن اس ایک گھنٹے میں جب تک ملاقات جاری رہی، گرمی اور دھوپ تو کلیۃً بھول گئی۔ حضور کا چہرۂ مبارک اسکرین پر تھا لیکن یہاں نظریں بار بار زمین کی طرف گر جاتی تھیں۔ یعنی وہ روشنی کہ آنکھ اٹھائی نہیں گئی۔ حضور ملاقات کے اختتام پر تمام خدام سے مخاطب ہوئے اور سبھی حاضرین کو ہمکلامی کا شرف بخشا۔ حضور کے استفسار پر بتایا گیا کہ ملاقات سے پہلے 1500 خدام حاضر تھے۔ حضور نے خود فرمایا کہ ملاقات کے دوران تو اور خدام بھی آتے رہے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اجتماعات کا فائدہ تبھی ہو گا کہ جب انسان کو اس کا مقصد یاد ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کا مقصد یہ بتایا ہے کہ میں نے انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ تو یہ اجتماعات ہیں یا تربیتی اجلاس ہیں یا جلسہ ہو گا آپ کا تو یہ سب اس لیے ہیں تا کہ انسان کی روحانی، اخلاقی حالت اچھی ہو، علمی حالت اچھی ہو۔ اس کے علاوہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام کی ان کوششوں کو بھی سراہا جو انہوں نے سیلاب زدگان کی مدد کے لیے کی تھیں۔ اور مزید نصیحت فرمائی کہ جو وہاں تعلقات قائم ہوئے ہیں اور اچھا اثر پڑا ہے تو اس نرمی سے فائدہ اٹھائیں۔ کیونکہ یہی ایک حقیقی مومن کی نشانی ہے کہ وہ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی توحید کو اور اسلام کے پیغام کو پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ان زرّیں الفاظ نے اس اجتماع میں جان ڈال دی۔ اگر یہ اجتماع ایک جسم تھا تو اس کی رگوں میں خون اس ملاقات کے بعد دوڑنے لگا۔ اور پھر تو جیسے بس دوڑتا ہی رہا۔ بہت تھوڑے وقت میں سارے مقابلے، گفتگوئیں، کھانا، باربی کیو اور دیگر سرگرمیاں ہوتی رہیں اور سبھی خدام کے دَمکتے چہرے بتا رہے تھے کہ وہ اس اجتماع کے لیے منتظر تھے اور آج بے حد خوش تھے۔

اگلے روز وہی سلسلہ دوبارہ شروع ہونے والا تھا۔ اس روز یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے والے خدام جمع ہو چکے تھے اور لمحے گن رہے تھے۔ آج کے

دن کے لیے چونکہ بارش کی پیشگوئی کی گئی تھی، اس لیے انتظامیہ نے کرسیوں کا اور پلاسٹک کی جیکٹس کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ کہ اگر بارش ہو جائے تو زمین پر بیٹھنے میں زیادہ تکلیف نہ ہو اور جیکٹس سے زیادہ سے زیادہ حفاظت ہو جائے۔ صبح موسم میں قدرے خنکی محسوس ہوئی لیکن پھر سورج چمکتا رہا۔ آخری آخری مقابلے اپنے اختتام کو پہنچ رہے تھے۔ وہاں ملاقات کی تیاری کے لیے MTA کے کارکنان مصروف عمل تھے۔ ایک نہایت مختصر سی تقریب میں انعامات تقسیم کیے گئے اور عَلَمِ انعامی دیا گیا۔ اور پھر ملاقات کے لیے تمام غلام بیٹھ گئے۔ اس وقت شاید کسی کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ ملاقات کیسی تاریخی اور بابرکت ہونے والی ہے۔

جب ملاقات کا آغاز ہوا تو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ سے فرمایا کہ آج آپ لوگ کرسیوں پر کیوں بیٹھے ہیں تو عرض کیا گیا کہ آج بارش کی پیش گوئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ کل ایک لڑکے نے کہا تھا گرمی بڑی ہے تو آج بارش شروع ہو گئی ہے، مشکل پڑ گئی ہے، پیچھے چھتریوں پہ چھتریاں کھل رہی ہیں۔ آپ لوگ بغیر برساتی کے بیٹھے ہوئے ہیں، اگلوں کو بارش نہیں پڑ رہی؟ صدر صاحب نے عرض کیا کہ بارش جیسی بھی ہو ہم بیٹھے رہیں گے۔ ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے ابھی تو بہت اچھا محسوس ہو رہا ہے۔ حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا پھر اس لڑکے کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ دیکھتے ہیں کتنا صبر ہے اچھے موسم میں۔

چند منٹ گزرے اور دو چار خدام نے اپنے سوال کیے تو بارش نہ ہونے کے برابر تھی۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بارش میں شدت آ گئی اور طوفان کی سی تیزی کے ساتھ بارش ہونے لگ گئی۔ خدام نے اس منفرد موقعے کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ سبھی خدام اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ کوئی بے چینی، کسی قسم کی بدنظمی کا مظاہرہ دیکھنے کو نہ ملا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے خدام چھتریوں یا برساتیوں میں تھے لیکن آگے بیٹھے ہوئے خدام نے برساتی لی نہ ہی چھتری۔ پیچھے بیٹھے ہوئے خدام میں سے جن کے پاس کرسی تھی وہ کرسی پر بیٹھے رہے، جنہیں کرسی نہ ملی وہ گیلی زمین پر بیٹھے رہے۔ عشق بن یہ ادب نہیں آتا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ بارانِ رحمت تو قسمت سے ملتا ہے۔ اور ایسی محبت کا اظہار بھی کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ نشست پورا ایک گھنٹا جاری رہی۔ اختتام پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام کے اس جذبے اور اس صبر و حوصلے کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ماشاءاللہ بارش بھی خدام نے اپنے اوپر لے لی۔ یہ میں نے دیکھ لیا کہ ماشاءاللہ آپ کے خدام میں صبر اور حوصلہ ہے۔ کم از کم اتنی طاقت ہے، اتنا اظہار ہے کہ بارش کو برداشت کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں مزید قوتِ برداشت اور طاقت بھی پیدا کرے۔ اور یہ حقیقت میں دین کے خادم بننے والے ہوں۔ اور اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے والے ہوں جو خدام الاحمدیہ کا مقصد ہے۔ اور جو عہد باندھتے ہیں ہمیشہ کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ اور خلافت کی حفاظت کرنے والے ہوں۔ اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس بارے میں کوشش بھی کریں۔ اپنے دینی علم کو بھی بڑھائیں۔ اسلام اور احمدیت کا پیغام بھی اپنے ملک میں پھیلانے والے ہوں۔ آخر میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام و اطفال میں عَلَمِ انعامی حاصل کرنے والی مجالس پر بھی نظرِ شفقت فرمائی اور انہیں نصائح سے نوازا۔

ملاقات سے پہلے تک ذہنوں میں یہ سوال تھا کہ اگر بارش ہو گئی تو کیا ہو گا۔ اس بات کا اندازہ شاید ملاقات کے شروع ہونے تک نہیں تھا کہ یہ بارش تو اظہارِ محبت کا ایک نایاب موقع فراہم کرنے والی ہے۔ خدام کے دلوں میں جو خلافت سے عشق کی آگ خدا تعالیٰ نے لگائی ہے وہ بارشوں سے بجھنے والی نہیں ہے۔

عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

سالانہ اجتماع 2021ء ایک نظر میں

(مکرم رانا بسالت احمد صاحب، مربی سلسلہ)

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کا اکتالیسواں سالانہ اجتماع مؤرخہ 21 اور 22 اگست 2021ء کو فرانکفرٹ کے ایک سٹیڈیم PSD Arena میں منعقد ہوا۔ اس دو روزہ اجتماع کے دونوں دن پیارے آقا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مواصلاتی رابطے کے ذریعہ ایک ایک گھنٹہ شرکت فرما کر خدام کے تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی سوالات کے بصیرت افروز جوابات عطا فرمائے، الحمدللہ۔

اجتماع کا افتتاح مؤرخہ 21 اگست کو صبح ساڑھے گیارہ بجے محترم امیر صاحب جرمنی نے فرمایا۔ افتتاحی تقریب سے قبل لوائے خدام الاحمدیہ اور لوائے جرمنی لہرایا گیا۔ بعض ابتدائی ورزشی مقابلہ جات اسی روز صبح 9 بجے سے شروع ہو چکے تھے۔ افتتاحی تقریب کے بعد ڈیڑھ بجے تک تمام خدام پروگرام کے مطابق اجتماع گاہ جو بڑی فٹ بال گراؤنڈ میں کھلے آسمان تلے ترتیب دیا گیا تھا، ترتیب سے بیٹھ چکے تھے۔ پھر عین وقت پر سٹیج پر لگی ایک بہت بڑی سکرین پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلوہ افروز ہوئے اور اپنے خدام سے ایک گھنٹہ تک ملاقات فرمائی۔ جس میں تقریباً 400 طلباء نے شرکت کی جبکہ ان کے علاوہ 1500 سے زائد خدام و انصار اس مجلس سے فیضیاب ہوئے۔

اجتماع کے موقع پر مختلف مقابلہ جات کا بھی انتظام کیا گیا۔ علمی مقابلہ جات میں حسن قرأت، نظم، تقریر بزبان اردو و جرمن، اذان، حفظ قرآن، ترانہ، مشاہدہ و معائنہ، ترجمۃ القرآن اور فی البدیہہ تقریر بزبان اردو و جرمن شامل ہیں۔ ورزشی مقابلہ جات میں دوڑ، گولہ پھینکنا، فٹبال، کرکٹ، والی بال اور water polo منعقد ہوئے۔ اسی طرح نیشنل عاملہ جماعت و نیشنل عاملہ خدام کے مابین ایک نمائشی والی بال میچ کروایا گیا جس میں نیشنل عاملہ جماعت کی ٹیم فاتح قرار پائی۔

متعدد تربیتی پروگرام بھی ہوئے جن میں محترم امیر صاحب اور مربیان سلسلہ محترم صداقت احمد صاحب، مبلغ انچارج جرمنی، محترم مبارک احمد تنویر صاحب (نیشنل سیکرٹری رشتہ ناطہ)، محترم محمد الیاس منیر صاحب اور محترم جری اللہ صاحب نے رشتہ ناطہ کے مسائل اور اصلاحِ قلب کے موضوعات پر گفتگو کی اور ایمان افروز واقعات جرمن اور اردو میں سنائے اور نوجوانوں کے بہت سے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ ہفتہ کی شام نَو بجے تمام خدام کے لئے Barbecue کا انتظام کیا گیا جس میں نیشنل امیر صاحب، نیشنل عاملہ ممبران اور جماعتی بزرگان نے بھی شرکت کی۔

اگلے روز اتوار کے روز نماز تہجد اور نماز فجر کے ساتھ آغاز ہوا۔ نماز کے بعد درس بھی پیش کیا گیا۔ ناشتہ کے بعد شام نَو بجے مقابلہ جات کے فائنلز منعقد ہوئے۔ تقریب تقسیم انعامات دن کے بارہ بجے منعقد ہوئی جس کے فوراً بعد تمام خدام کو عشق رسول ﷺ کے موضوع پر ایک فیچر پروگرام دکھایا گیا۔

اس پروگرام کے بعد ڈیڑھ بجے بعد دوپہر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سٹیج پر لگی سکرین کے ذریعہ جلوہ افروز ہوئے اور ایک مرتبہ پھر خدام سے ملاقات فرمائی۔ آج کی اس ملاقات میں یونیورسٹیوں میں زیرِتعلیم 219 طلباء نے شرکت کی جبکہ ملاقات کے دوران اجتماع گاہ میں تقریباً 1700 خدام وانصار موجود تھے۔

اسی بابرکت اور ایمان افروز نشست کے ساتھ سالانہ اجتماع کے پروگرام مکمل ہوئے تو آخر پر محترم نیشنل امیر صاحب جماعت احمدیہ جرمنی نے اختتامی دعا کروائی جس کے بعد نماز ظہر وعصر ادا کی گئیں۔ سالانہ اجتماع میں مجموعی طور پر 2642 افراد شامل ہوئے جن میں 113 زائرین تھے۔ اجتماع کے موقع پر تمام شاملین کی خدمت میں کھانا نفیس قسم کے ڈبوں ڈال کر پیش کیا گیا۔

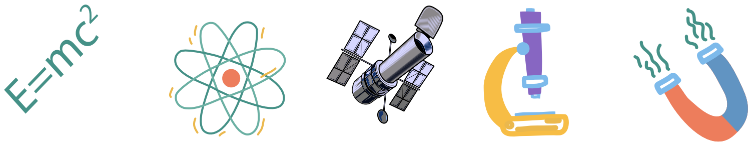

مگر یہ چشم حیراں جس کی حیرانی نہیں جاتی

(مرتبہ: مکرم زاہد ندیم بھٹی صاحب)

Proceedings of the Royal Society کے مورخہ 14 جولائی 2021ء کے شمارے کے مطابق جانداروں مثلاً حشرات وغیرہ میں متعدی امراض کے جراثیم کی نشاندہی کر لینے کی غیرمعمولی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ یہ صلاحیت بعض جانداروں میں اتنی تیز اور طاقتور ہوتی ہے کہ یہ متاثرہ کمیونٹی ممبر کے وائرس وغیرہ سے متاثر ہو چکنے کا اندازہ اس میں علامات کے ظاہر ہونے سے بہت پہلے لگا لیتے ہیں۔ نہایت دلچسپ مثال اس سلسلہ میں چیونٹیوں کے گروہوں کی دی گئی ہے۔ مثلاً چیونٹیوں کے گروپ میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی گروپ ممبر پر متعدی جرثوے کا حملہ ہو تو باقی سارے کا سارا گھونسلہ ہجرت کر جاتا ہے اور متاثر ممبر کو اکیلا چھوڑ دیتا ہے۔ حیرت انگیز طور پر ایسا ہی طرز عمل chimpanzees میں بھی دیکھا گیا۔ جو مریض کو quarantine کے لئے تنہا چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک تحقیق کی گئی تا کہ یہ پتہ لگایا جا سکے کہ آخر جانوروں اور حشرات وغیرہ میں یہ صلاحیت کیونکر کام کرتی ہے؟ سائنسدانوں کا خیال تھا کہ جاندار اپنے گروپ ممبر کے رویہ یا چہرے سے اس بات کا اندازہ لگانے کی غیرمعمولی صلاحیت رکھتے ہیں کہ یہ کسی جراثیم سے متاثر ہو چکا ہے۔ اس مفروضہ (hypothesis) کو ثابت کرنے کے لئے انسانوں کے مختلف گروہوں کا انتخاب کیا گیا اور اہتمام کیا گیا کہ ان کا تعلق مختلف رنگ ونسل سے ہو۔ ان تمام شاملین کی بحالت صحت تصاویر اتاری گئیں۔ بعد ازاں ان میں کنٹرول طریق پر ایسے ہارمون داخل کیے گئے جو کسی جراثیم سے متاثرہ جسم میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ان ممبران کی علامات ظاہر ہونے سے پہلے دوبارہ تصاویر اتاری گئیں۔ بعد ازاں تجربہ میں شامل ممبران کی بحالت صحت اور علامات ظاہر ہونے سے قبل کی تصاویر دوسرے گروپ کے افراد کو دکھائی گئیں۔ اس تحقیق کے حیرت انگیز نتائج میں ثابت ہوا کہ انسان بھی علامات ظاہر ہونے سے پہلے چہرے کے تاثرات سے اندازہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے کہ یہ انسان کسی جراثیم سے متاثر ہو چکا ہے۔ گو ابھی علامات ظاہر نہ ہوئی ہوں اور مزید دلچسپ بات یہ ثابت ہوئی کہ یہ صلاحیت ان ملکوں اور گروہوں میں زیادہ تھی جن کا آپس میں میل جول مغربی معاشرے کی نسبت زیادہ ہوتا ہے، مثلاً افریقہ وغیرہ۔

https://royalsocietypublishing.org/doi/10.1098/rspb.2021.0922

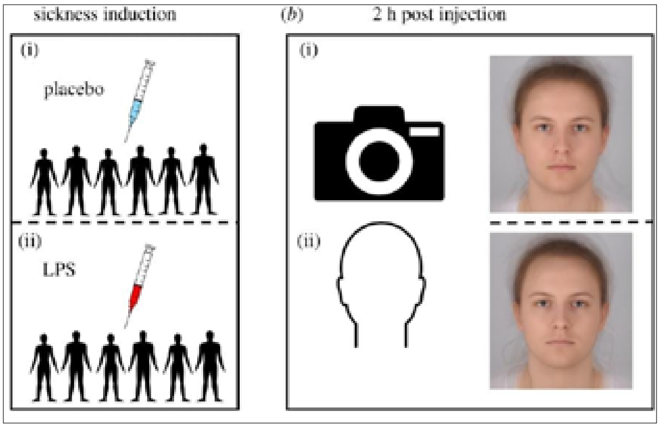

Ihr KFZ - GUTACHTER

Zafar Khan

Sachverständiger für Kraftfahrzeuge aller Art

Mobiler Vor-Ort-Express-Service im Rhein-Main-Gebiet

- ✓ Kostenlose **Beratung** nach einem Verkehrsunfall
- ✓ **Komplettservice** für die Schadenabwicklung
- ✓ Erstellung eines unabhängigen **Unfallgutachtens**
- ✓ **Direkte Abrechnung** mit der gegnerischen Versicherung

Kostenlose **Gutachtenhilfe:**

Falls Sie mit dem erstellten Gutachten der Versicherung nicht zufrieden sind oder es nicht ihrer Erwartung entspricht, können Sie **kostenlos** das Gutachten bei uns überprüfen lassen.

Frankfurter Str. 135
63303 Dreieich
Tel:06103-9883103
Fax:06103-9883101
Mobil:0172-9825124
E-Mail: kb3eich@gmail.com

(مکرم قمر عطاء صاحب)

ملکی و عالمی خبریں

اے کابل کی زمین!

افغانستان میں نیٹو اور مغربی ممالک کی افواج کے انخلاء کے بعد طالبان نے ملک میں اقتدار حاصل کرلیا ہے۔ طالبان نے جنگ کے خاتمے اور عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے لیے یہ تاریخی لمحات ہیں۔ ہم اپنی جدوجہد میں کامیاب ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے مخالفین کو معاف کر دیں تا کہ معاشرہ میں امن وسلامتی قائم ہوسکے۔ دوسری جانب ہزاروں کی تعداد میں افغانستان کے شہری طالبان کے خوف سے ملک چھوڑ کر فرار ہو رہے ہیں۔ سینکڑوں افراد کو مغربی ممالک کی افواج اپنے ہمراہ لے جاکر یورپ اور امریکہ میں آباد کرنے میں مدد کر رہی ہیں۔ خواتین کے حقوق کا مطالبہ کرنے والی تنظیموں نے طالبان حکومت کے بیانات اور وعدوں کو ناقابلِ اعتبار قرار دے کر ردّ کر دیا ہے۔

جرمن وزیر خارجہ نے افغانستان میں سیاسی تبدیلی کے سلسلہ میں ملک کے خفیہ اداروں اور فوج کی جانب سے مہیا کردہ اطلاعات پر بروقت توجہ نہ دینے کی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ اور نیٹو افواج کی طرف سے اُنہیں اس سلسلہ میں متنبہ نہیں کیا گیا۔ امریکی صدر جوبائیڈن افغانستان سے اپنی افواج نکالنے کے فیصلے پر عمل درآمد کا مسلسل دفاع کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکہ نے اس جنگ اور افغانستان کی تعمیر وترقی کے لئے ٹریلین ڈالرز خرچ کئے ہیں۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ امریکہ کے افغانستان سے نکل جانے پر سیاسی قیادت کا خلا پیدا ہوا جس سے طالبان کے لئے حکومت پر قبضہ کے لئے آسانی پیدا ہوگئی۔

ایک اخباری رپورٹ کے مطابق نئی افغان طالبان حکومت کو معاشی طور پر خوفناک چیلنجز کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر جو لگ بھگ 9 بلین ڈالرز ہیں بیرون ملک امریکی مرکزی بینک FED میں پڑے ہیں جہاں ان کی رسائی نہیں ہے۔ مغربی ممالک نے مالی امداد بند کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ محض جرمنی نے امسال 430 ملین یورو کی مدد دینی تھی۔ اسی طرح عالمی مالیاتی اداروں ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف نے بھی مالی امدادی رقوم اور قرضوں کی معطلی کا فیصلہ کیا ہے۔ جرمنی نے گذشتہ 20 برسوں میں وہاں پینے کے پانی کے منصوبوں، سڑکوں، پلوں اور بچوں کے سکولوں کی تعمیر کے لئے لگ بھگ ساڑھے تین بلین یورو خرچ کئے ہیں۔ جرمنی کی گرین پارٹی کا کہنا ہے کہ انسانی ہمدردی کے تحت یہ امداد جاری رکھی جانی چاہیے اور اسے سیاسی وجوہ کی بناء پر یا مذہب کی آڑ میں بند کر کے اُس ملک کے غریب عوام کو سزا نہیں دینی چاہیے۔ جبکہ چانسلر میرکل نے ترقیاتی مدد کو معطل کرنے کے اپنی حکومت کے فیصلے کو افغانستان میں حکومت کی تبدیلی اور وہاں کے حالات کے تناظر میں درست قرار دیا ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ شریعت کے نفاذ اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی صورت میں یہ امداد بالکل ختم کر دی جائے گی۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ طالبان کی آمدن کا بڑا ذریعہ افیون کی کاشت اور پیداوار سے بنائی گئی منشیات کے کاروبار سے ہے جس میں اب اضافہ متوقع ہے۔

افغان مہاجرین کا ممکنہ نیا سیلاب

جرمن چانسلر کوششوں میں مصروف ہیں کہ افغان مہاجرین یورپ کے ممالک کا رُخ نہ کریں۔ برلن میں ایک پریس کانفرنس میں انہوں نے واضح کیا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم ان مہاجروں کو یورپ کے ملکوں میں پناہ دینے کا سوچیں، کیوں نہ ضروری ہوگا کہ ان کے لئے حفاظتی نقطہ نگاہ سے افغانستان کے ہمسایہ ممالک میں ہی رہنے کا بندوبست کیا جائے۔ پھر اگلے مرحلے میں دیکھا جائے گا اور جانچ پڑتال کے بعد متاثرہ افراد کو یورپی ممالک میں لانے کا کام شروع کیا جائے گا۔ جرمن چانسلر نے جن کا تعلق

کرسچئن ڈیموکریٹک پارٹی CDU سے ہے افسوس کا اظہار کیا کہ یورپ کی مہاجرین کے بارے میں پالیسی میں اتفاق رائے نہیں ہے۔ بہت سے ممالک جیسے آسٹریا، پولینڈ سلواکیہ وغیرہ نے پناہ گزینوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ چانسلر میرکل نے افغان مہاجرین کو فوری پناہ دینے کے معاملے پر گذشتہ دنوں پاکستان، ازبکستان، تاجکستان اور ایران کے سربراہان مملکت سے فون پر خصوصی بات چیت کی اور انہیں اپنے بارڈر کھولنے کو کہا۔ علاوہ ازیں انہوں نے یورپین یونین کے ممالک نیز برطانیہ کے وزیر اعظم سے بھی فون پر رابطہ کیا۔ CDU کی سسٹر پارٹی CSU نے چانسلر کو خبردار کیا ہے کہ افغان پناہ گزینوں کی جرمنی میں آبادکاری سے متعلق کوئی مثبت یا حوصلہ افزا بیان جاری کرنے سے گریز کریں تا کہ کہیں مہاجرین کا سیلاب یورپین ممالک کا رُخ نہ کر لے۔

ہیٹی میں پھر زلزلہ

ہیٹی ری پبلک میں جو کہ جزائرغرب الہند کا ایک چھوٹا جزیزہ ہے، زلزلہ سے 2200 سے زائد افراد جاں بحق ہوگئے۔ زلزلہ کی شدت سات اعشاریہ دو ریکارڈ کی گئی۔ سینکڑوں افراد زخمی ہوئے ہیں اور لاتعداد بے گھر ہوئے ہیں۔ زلزلہ کی تباہی سے 77ہزار سے زائد عمارتیں اور مکانات زمین بوس ہوگئے ہیں اور اب ایک سمندری طوفان نے صورت حال کو مزید سنگین کر دیا ہے۔ جنوری 2010ء میں بھی یہاں ایک زلزلہ آیا تھا جس سے دو لاکھ بیس ہزار افراد لقمۂ اجل بن گئے تھے۔ کیربیین سمندر کے اس جزیرہ میں قدرتی آفات کا سلسلہ جاری ہے اور تعمیرِ نَو کے امدادی کاموں کے اختتام سے قبل غریب لوگوں کے لئے نئی آفت کی تباہی سے نپٹنے کا ان تھک کام شروع ہوجاتا ہے۔

ٹوکیو اولمپکس 2020ء

جاپان کے شہر ٹوکیو میں منعقد ہونے والے 23ویں اولمپک مقابلے یکم جولائی سے لے کر 8/اگست 2021ء تک جاری رہنے کے بعد ختم ہوگئے۔ دراصل یہ مقابلے 2020ء میں کروائے جانے تھے مگر کورونا وبا کے باعث ایک سال کے لئے ملتوی کر دیئے گئے تھے۔ کُل گیارہ ہزار کے قریب کھلاڑیوں نے ان میں شرکت کی اور 33 مختلف کھیلوں کا انعقاد ہوا تاہم کھلاڑیوں کے اس سب سے بڑے اجتماع کو دیکھنے والوں کی تعداد چند سو افراد تک محدود رہی جنہیں خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ ٹوکیو اولمپک سٹیڈیم میں 67 ہزار تماشائیوں کی گنجائش ہے جو کورونا کے باعث خالی رہا۔ اس کے باوجود انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی کے سربراہ ٹومس باخ نے ٹوکیو اولمپک کو نہایت کامیاب قرار دیا۔ انہوں نے اختتامی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شائقین کے نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے ان مقابلوں کو ”آسیبی اولمپکس“ بھی کہا مگر ہم نے انہیں اس کے برعکس پایا۔ کھلاڑیوں نے اسے جاندار اور پُر رونق بنایا۔ میڈیا میں ملے جلے تبصرے دیکھنے کو ملے جن میں جاپانیوں کی مقابلوں کے انعقاد کی مخالفت کا ذکر بھی سامنے آیا۔ امریکہ میڈلز کی فہرست میں مجموعی طور پر 139 تمغوں کے ساتھ سرفہرست رہا۔ دوسرے نمبر پر آنے والے ملک چین نے 88 تمغے جیتے۔ جبکہ میزبان ملک جاپان نے کُل 58 تمغے جیت کر تیسری پوزیشن حاصل کی۔ اولمپکس کے اگلے مقابلے 2024ء میں منعقد ہوں گے۔ جن کی میزبانی فرانس کا دارالحکومت پیرس کرے گا۔ اولمپک مقابلوں کا آغاز 1896ء میں یونان کے شہر ایتھنز میں ہوا تھا۔ اولمپک کے بعد اب سمر پیرا اولمپکس 24 اگست سے 5 ستمبر تک ٹوکیو میں کھیلے جا رہے ہیں جن میں 206 ممالک کے 11ہزار کھلاڑی شرکت کریں گے۔

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع

جرمنی میں چار لاکھ چالیس ہزار افراد نے عیسائیت کو خیرباد کہہ دیا۔ چرچ کی رُکنیت سے استعفا دینے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ کیتھولک چرچ نے دو لاکھ اکیس ہزار اور پروٹسٹنٹ چرچ نے بھی دو لاکھ سے زائد ممبران کے اخراج کی تصدیق کی ہے۔ چیئرمین کیتھولک چرچ بشپ کانفرنس نے وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے عقیدے سے بیزاری اور چرچ پر اعتماد میں مسلسل کمی کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ علاوہ ازیں کورونا کی وجہ سے اجتماعی مذہبی عبادات و رسومات کی ادائیگی میں دشواری نیز انفرادی رابطوں میں کمی نے بھی کردار ادا کیا ہے۔ بشپ Georg Bätzing نے مزید کہا کہ عبادت، ریاضت اور نصیحت کے فقدان نے پیروکاروں کے ایمان میں کمزوری پیدا کی۔ اس وقت کلیسا کی رُکنیت ترک کرنے کے لئے شہر کولون کی عدالت میں ہی ہر ماہ اٹھارہ سو درخواستیں نمٹائی جا رہی ہیں۔

کورونا وائرس کی چوتھی لہر کا خطرہ

جرمنی کے مرکزی معروف طبی تحقیقی ادارہ ”روبرٹ کوخ انسٹی ٹیوٹ“ نے موسم خزاں میں جرمنی میں کورونا کی چوتھی لہر سے خبردار کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ متاثرین کی تعداد یومیہ ایک لاکھ پہنچ سکتی ہے۔ حکومت کے اعلیٰ سطح کے اہلکار ویکسین نہ لگوانے والوں کے لیے پابندیوں کی تجاویز دے رہے ہیں۔ حکومت نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ آئندہ لاک ڈاؤن تو نہیں ہوگا مگر حفاظتی تدابیر و اقدامات کئے جائیں گے جن کے لئے مقامی سطح پر قوانین و ضوابط پر عمل کروایا جائے گا۔ سکول کالجز اور یونیورسٹیاں کھلی رہیں گی۔ سکول کے بچوں کو جو بارہ سال سے بڑی عمر کے ہیں ویکسین لگائی جائے گی اس سلسلہ میں ویکسینیشن سے متعلقہ ادارے نے اپنی مثبت رائے سے حکومت کو مطلع کر دیا ہے۔

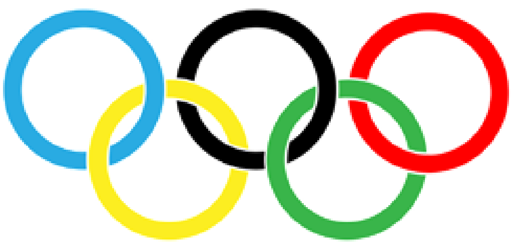

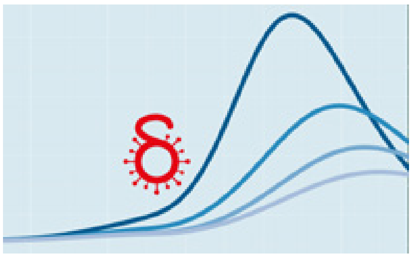

جرمنی میں سیلاب کی تباہ کاریاں

(رپورٹ: مکرم محمود احمد ملہی صاحب، مربی سلسلہ کولون)

ایک ایسی وادی جس کو جنّت کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا ان دنوں اسے موت کی وادی کہا جا رہا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جرمنی کی تاریخ میں 14 جولائی 2021ء ایک ایسا دن تھا جسے جرمن لوگ اور بالخصوص جرمنی کے صوبہ نارتھ رائین ویسٹفالیا اور رائین لینڈ پیلاٹینیٹ کے لوگ کبھی نہیں بھلا پائیں گے۔ ایک سیلابی ریلے نے راتوں رات جرمنی کے کئی دیہی علاقوں کو ایسا اپنی لپیٹ میں لیا کہ جس نے 190 افراد کو موت کی نیند سُلا دیا، درجنوں افراد لاپتہ ہوگئے، سینکڑوں گھر اُجڑ گئے۔ بے شمار سڑکیں بہہ گئیں اور پل ٹوٹ پھوٹ گئے۔ اس وادی (Ahrtal) میں لوگوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے پیاروں، اپنی جائیدادوں اور اثاثوں کو پانی میں خس وخاشاک کی طرح بہتے دیکھا، کسی نے اپنی ماں کو کھو دیا، تو کوئی ہمیشہ کے لئے باپ جیسے پیارے وجود سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگیا، کسی نے اپنی اہلیہ اور اپنی اولاد کو پانی میں ڈوبتے دیکھا۔ یہ مناظر کیسے دردناک ہوں گے، سوچ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک باپ اور اس کے بیٹے کی آنکھوں کے سامنے سیلاب کا ریلا بیوی اور دوسرے بچے کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے اور کہیں اپنی جان بچانے کے لئے والدین اپنے دو بچوں کے ساتھ مکان کی چھت پر چلے جاتے ہیں اور وہ مکان پانی میں تیر رہا ہوتا ہے دور سے ایک ہیلی کاپٹر دکھائی دیتا ہے مگر نہ جانے کس وجہ سے وہ ہیلی کاپٹر اپنا رخ تبدیل کرلیتا ہے اور وہ 4 افراد کی چھوٹی سی فیملی جو چھت کو ایک محفوظ مقام سمجھ رہی تھی ایک ہی لمحہ میں پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس بے بسی کے عالم میں اس وقت کچھ افراد کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے اے خدا! ہماری مدد کو آ۔ ریسکیو آپریشن کے لیے فوج اور دیگر ادارے اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ مختلف دیہات سے ہیلی کاپٹروں اور کشتیوں کی مدد سے لوگوں کو محفوظ مقامات پر منتقل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ جماعت احمدیہ کی مقامی شاخوں کو اس علاقے میں خدمتِ انسانیت کی توفیق مل رہی ہے۔ اس میں سلسلہ کی ذیلی تنظیم مجلس خدام الاحمدیہ اور ہیومینیٹی فرسٹ پیش پیش رہی ہے۔ گزشتہ 5 ہفتوں کے دوران جس خدمتِ انسانیت کا موقع ملا ہے اس میں ہر روز کم از کم اوسطاً 800 سے 1000 لوگوں کو کھانا کھلانا، گھر گھر جا کر کھانا تقسیم کرنا، سیلاب زدگان کے گھروں سے پانی، گند اور ملبہ وغیرہ نکالنا شامل ہے۔ اس طرح سے اس خدمت کے ذریعے سے ہمیں عملی رنگ میں اسلام کا تعارف پیش کرنے کا موقع ملا ہے اور لوگ یہ بات کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہماری تو اسلام کے متعلق منفی سوچ تھی مگر آپ لوگوں کو دیکھ کر آپ کی خدمات کو دیکھتے ہوئے اسلام کے متعلق ہمارا نظریہ ہی بدل گیا ہے، آپ لوگ بہت اچھے لوگ ہیں بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ آپ لوگ فرشتے ہیں، آپ لوگ ہیرو ہو اور آپ بہت سے لوگوں کے لئے ایک نمونہ ہو آپ لوگوں کی موجودگی سے ہمیں مسرت محسوس ہوتی ہے، کاش سب آپ جیسے ہو جائیں۔

اس دوران ظاہر ہونے والی تائید الٰہی کے حوالہ سے ایک بات جس کا خاکسار ذکر کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ چند خدام خاکسار کے ساتھ اپنے سٹال پر کھانا تقسیم کر رہے تھے کہ مقامی برگر ماسٹر MAYSCHOSS جناب Hubertus Kunz ہمارے سٹال کی طرف آئے اور آتے ہی اس نے سلام کرنے کے بعد جذباتی رنگ میں ہمارا شکریہ ادا کیا اور ہمارے سٹال سے کھانا لیتے ہوئے کہا کہ میری کار کی چابیاں کہیں گِر گئی ہیں، آپ لوگوں کا اپنے اللہ پر ایمان ہے، اس لئے میرے لئے اپنے اللہ سے دعا کرو کہ مجھے میری کار کی چابیاں مل جائیں، پتہ نہیں کہاں کھو بیٹھا ہوں۔ خاکسار نے کہا ہم ضرور دعا کریں گے بلکہ ابھی سے کرتے ہیں۔ خاکسار نے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا اور دیگر خدام سے بھی کہا کہ ہم نے بُرگر ماسٹر سے وعدہ کیا ہے لہٰذا آپ لوگ بھی دعا شروع کر دیں۔

ابھی دس پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ بُرگر ماسٹر صاحب دور سے اپنے ہاتھ میں چابیوں کو ہوا میں بلند کئے ہوئے ہماری طرف آتے دکھائی دیئے۔ قریب آتے ہی انہوں نے کہا کہ آپ کے اللہ نے آپ لوگوں کی دعا سُن لی ہے مجھے میری چابیاں مل گئی ہیں اس کے بعد سٹال کی طرف رُخ کرتے ہوئے جھک کر انہوں نے کہا میں آپ لوگوں کے سامنے جھکتا ہوں، آپ لوگ بہت ہی پیارے لوگ ہیں، (الحمدللہ علیٰ ذالک) گفتگو کے دوران انہوں نے کہا کہ آپ لوگ کمال کے لوگ ہیں اور مَیں آپ کو رَسمی طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ یہاں خدمت بجا لا رہے ہیں، آپ لوگ بہت اچھا کام کر رہے ہو۔

ریجنل امیر مکرم طارق محمود صاحب اور خاکسار کی نگرانی میں پہلے دن سے مکرم ظہیر احمد صاحب صدر جماعت Neuss، مکرم عمران چودھری صاحب صدر جماعت Düren، جماعت کولون کے مکرم مظفر احمد صاحب جماعت Köln، مکرم مسعود ارشد خان صاحب اور جماعت Leverkusen کے مکرم خالد محمود صاحب اپنی اپنی جماعتوں کی ٹیمیں لے کر ان تھک خدمت بجالا رہے ہیں، ان تمام افراد کے لئے دعا کی درخواست ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔

Erfstadt Blessem

Erfstadt Blessem

مکرم نیشنل امیر صاحب جرمنی کے ساتھ (27 اگست 2021ء)

مئیر Mayschoß جناب Hubertus Kunz کے ساتھ

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات و دعائے مغفرت

محمد سلیم اختر صاحب

خاکسار کے والد محترم مکرم محمد سلیم اختر صاحب ابن مکرم علی محمد صاحب 14 جون 2021ء کو بعمر 62سال بقضائے الٰہی Frankenthal جرمنی میں وفات پاگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے پاکستان میں بطور صدر جماعت وسیکرٹری مال 'ٹبیالہ دوست محمد' اور اکتوبر 2011ء میں جرمنی آنے کے بعد صدر جماعت Dresden، سیکرٹری مال و زعیم انصاراللہ Mannheim جماعتی خدمت کی توفیق پائی۔

آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کی والدہ اور ماموں کے ذریعہ آئی۔مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کرنے والے، صاف گو، مالی قربانی کرنے والے اور دینی احکام کی پابندی کرنے والے وجود تھے۔

17 جون 2021ء کو موصوف کی نماز جنازہ حاضر Mannheim اور Frankenthal میں پڑھائی گئی جس کے بعد اسی روز Parkfriedhof Frankenthal میں تدفین ہوئی اور مکرم عدیل احمد شاد صاحب مربی سلسلہ نے دعا کروائی۔ آپ موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے، ایک بیٹی اور ایک بہن شامل ہیں۔(احسان اللہ۔ Dirmstein)

مکرمہ بشریٰ ریاض صاحبہ

خاکسار کی والدہ مکرمہ بشریٰ ریاض صاحبہ زوجہ مکرم ریاض احمد فانی صاحب مؤرخہ 6 اگست 2021ء کو Koblenz جرمنی میں بعمر 70سال وفات پاگئیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ مکرم شیخ فضل حق صاحب آف سبی (بلوچستان) کی بیٹی اور مکرم انعام الحق کوثر صاحب امیر ومبلغ آسٹریلیا کی بہن تھیں۔ 1988ء میں جرمنی آئیں اور ہمیشہ جماعتی خدمات سے منسلک رہیں۔ انہیں مسجد طاہر کوبلنس کی تقریب سنگ بنیاد کے موقع پر ایک اینٹ رکھنے کا موقع بھی ملا۔مرحومہ موصیہ تھیں۔تدفین Neudorf قبرستان میں ہوئی۔(احمد ضیاءاللہ۔ جماعت کوبلنس)

مکرم میاں محمد صدیق صاحب

خاکسار کے ابّا جان مکرم میاں محمد صدیق صاحب ابن مکرم میاں احمد دین صاحب آف شاہکوٹ ضلع ننکانہ صاحب حال جماعت روڈ گاؤ جرمنی مؤرخہ 20 اگست 2021ء کو بعمر 93سال بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

ابّاجان پیدائشی احمدی اور موصی تھے پنجوقتہ نماز وتہجد اور تلاوت قرآن کریم میں باقاعدہ تھے۔متعدد مرتبہ اعتکاف کرنے کی سعادت ملی۔ بہت سے بچوں نے آپ سے قرآن کریم پڑھا۔آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا اور عیسائی پادریوں سے بہت سے مناظرے کئے۔ پاکستان میں مختلف حیثیتوں سے جماعتی خدمت کے علاوہ طویل عرصہ بطور صدر جماعت شاہکوٹ خدمت کی توفیق پائی۔مرحوم 1953ء سے 1992ء تک مخالفت کا سامنا کرتے رہے، 1974ء میں آپ کا مکان توڑ دیا اور سامان جلا دیا گیا۔ 1992ء میں جرمنی میں آئے اور مختلف جماعتی اور تنظیمی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق ملی جن میں سے نمایاں خدمت بطور زعیم انصاراللہ پائی، مسجد انوار Rodgau میں کئی سال تک امام الصلوۃ رہے۔ جماعتی پروگراموں میں اپنے بچوں کو بھی شامل کرتے۔ کورونا کی وجہ سے پابندی لگنے تک آپ ہر جمعہ شدید بیماری اور ضعف کے باوجود مسجد میں سہارے کے ساتھ پہنچتے۔مسجد انوار کے سنگ بنیاد کے موقع پر آپ کو بھی اینٹ رکھنے کی سعادت ملی۔آپ نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چھ بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں جو مختلف حیثیتوں سے خدمتِ دین کی توفیق پا رہے ہیں اور ایک بیٹا یوگنڈا اور ایک پوتا جرمنی میں مربی سلسلہ ہے۔

مرحوم کی تدفین 25 اگست 2021ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔(ظفر اقبال منیب، جماعت روڈ گاؤ جرمنی)

مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب گجر

مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب گجر 26 جولائی 2021ء کو بعمر 74سال وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ مکرم محمد اقبال احمد صاحب اور مکرم محمد ارشاد صاحب کے والد گرامی تھے۔آپ شیخوپورہ کی جماعت کے ایک فعال، مخلص اور ہردلعزیز شخصیت تھے ساری عمر خلافت سے گہری وابستگی رکھی اور ہمیشہ اپنی اولاد کو بھی خلافت احمدیہ سے وابستگی کی تلقین کرتے رہے۔آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔مرحوم نے پسماندگان میں 4بیٹے اور 3بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

(مبارک چودھری۔حلقہ نورالدین۔Darmstadt)

مکرمہ آصفہ بشارت صاحبہ

جماعت کی ایک دیرینہ خادمہ محترمہ آصفہ بشارت صاحبہ اہلیہ مکرم بشارت احمد صاحب 19/جنوری 2021ء بعمر 58سال وفات پاگئیں،اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ 1994ء میں پاکستان سے ہجرت کرکے Riedstadt کے گاؤں Erfelden میں مقیم ہوئیں۔ مرحومہ نمازوں اور تہجد کا التزام کرنے والی، نرم دل اور نیک خاتون تھیں۔مشکل حالات کا دعا اور صبر سے مقابلہ کرتی رہیں۔مرحومہ کو نیشنل شعبہ وصایا کے تحت مختلف دورہ جات کرنے کی توفیق ملی۔ جلسہ سالانہ، اجتماعات و دیگر جماعتی پروگرامز میں شعبہ وصیت کے سٹال پر خدمت کی توفیق پاتی رہیں۔ دفتری امور مثلاً ڈاک، میٹنگز اور ریفریشر کورس وغیرہ کی تیاری میں مدد کرتی رہیں۔ وفات سے قبل اپنے بڑے بیٹے کو نظام وصیت میں شمولیت کی طرف توجہ دلائی جس کے بعد بیٹا اور بہو دونوں نظام وصیت میں شامل ہوگئے۔مرحومہ نے پسماندگان میں خاوند کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کا گھرانہ بھی مختلف جماعتی خدمات کی توفیق پارہا ہے۔ آپ کی نماز جنازہ 25/جنوری 2021ء مکرم باسل اسلم صاحب مربی سلسلہ نے ناصر باغ میں پڑھائی جس کے بعد Wolfskehlen کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(سعدیہ وسیم۔ٹیم ممبر نیشنل معاون صدر برائے وصایا لجنہ اماءاللہ جرمنی)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین

اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی منعقدہ 21 تا 22 اگست 2021ء کی چند تصویری جھلکیاں

Monthly Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA
VOL 22 | ISSUE 09 | September 2021
ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir